



# سیرتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید کے آئینہ میں

مولانا محمد سعید قاسمی ندوی

[Toobaa-elibrary.blogspot.com](http://Toobaa-elibrary.blogspot.com)



[toobaa-elibrary.blogspot](http://toobaa-elibrary.blogspot)

سیرتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید کے آئینہ میں

از: مولانا محمد اسجد

قاسمی ندوی

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

## عرض ناشر

"سیرت نبویہ قرآن مجید کے آئینہ میں" یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے اس کتاب کو جس طرح مؤلف مولانا محمد امجد کاظمی ندوی دامت برکاتہم نے ترتیب دیا ہے یہ ہمارے لئے بڑی سرت و سعادت کی بات ہے کہ آپ نے اس اہم اور مبارک موضوع پر قلم اٹھایا اور ہم جناب مؤلف کے مشکور ہیں کہ انھوں نے پاکستان میں اس کی اشاعت کیلئے ہمیں منتخب فرمایا ہمارے لئے یہ انتہائی سعادت کی بات ہے کہ ہم اس کی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں اللہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین!

محمد امجد پراچہ  
رضوان امجد پراچہ

E-mail : [ldaratulanwar@yahoo.com](mailto:ldaratulanwar@yahoo.com)

بالا اہتمام  
رضوان پراچہ

الطبعة الأولى  
۱۴۲۰ھ

Maaji Tofeeq Manzil, 1st Floor,  
Opp. Jamiat-ul-Uloom-ul-Islamia  
Allami Binori Town Karachi.  
Ph : 021-4919673 Mob : 0300-2573575

# مشمولات

۶	قریشی لفظ
۸	حرفے چند
۹	برقرآن در شان محمد
۱۱	واقعہ اصحاب مکہ
۱۳	قبل از نبوت آپ کا تعلق واضطراب
۱۴	قبل از نبوت عادات و خصائل
۱۵	آپ کے وجود کے لئے حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی خوشخبری
۱۶	سب ساریہ خصوصاً انجیل میں آپ کے اوصاف کا ذکر
۱۷	نبی الہی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۸	عظیم عبد اللہ
۱۹	آغاز وحی
۱۹	کپڑوں میں پہننے والے
۲۱	نزول وحی کے ساتھ آپ کا الفاظ وحی کو ہرانا
۲۲	کیا ہاشدگان مکہ مجھے کہتے تھے کہ سے نکال دیں گے؟
۲۳	علائقہ رحمت حق
۲۵	فترتِ وحی
۲۶	آپ کے بارے میں مشرکین کے خیالات
۲۷	آپ سے قریش کے بیہودہ مطالبات
۲۸	عبداللہ بن ابی امیہ بن سفیانہ کی بے ہودہ کوئی
۲۹	طعن اور عیب دینے والے گمراہ
۳۰	اللہ کو برا بھلا کہنا
۳۱	قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہ ہوا؟
۳۲	الہی بن خلف اور عتبہ بن ابی معیط
۳۳	دوسرا خدا اور جہل

۴۳	یہود کا نفی
۴۳	رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی یہودی سازش
۴۵	ہوٹا نصیر کا انجام بد
۴۵	حضور اکرم ﷺ کو قتل
۴۶	آپ کو شریعت اسلامی کے مطابق فیصلہ کرنے کی تاکید
۴۶	قیامت کب آئے گی؟
۴۷	یہود کا باطل عقیدہ
۴۷	قرآن کا اعجاز
۴۹	آسمانی کتاب کا انکار
۸۰	غزوہ رسول: غزوہ بدر الکبریٰ
۸۱	قدرت خداوندی ہی اصل ہے
۸۲	حق کی خوشخبری اور فرشتوں کی نصرت
۸۳	اسیران بدر کا معاملہ
۸۵	غزوہ بدر کا مالی فہمیت
۸۷	غزوہ فدا: نصف بندی و تہ تیغ
۸۸	مناقبین کی ندراری
۸۹	غزوہ احد کی عارضی شکست
۹۱	سہرہ قتل کی تلقین
۹۱	غزوہ فدا: ذات الرقاق اور نماز خوف
۹۳	غزوہ خندق: یہودیوں کی پانچویں
۹۵	مناقبین کی عیاری
۹۶	مورخین کی تحقیر
۹۷	اہل ایمان کی حج
۹۷	غزوہ بنو نضیر
۹۸	واقعہ اُتک
۹۹	سبا حدیبیہ
۱۰۳	غزوہ خیبر

۴۳	ایہودیہ
۴۳	نگو یان لادنے والی بد بخت
۴۵	مجرم و کافر کی نندا
۴۶	مجھے بال و دولت اور عیش و بدل کی آرزو نہیں ہے
۴۷	طبعاتی کبر و نفرت پر ضرب کاری
۴۹	میں تمہارے یہودیوں کا پرستار نہیں
۵۰	قرآن کی زبان فصیح عربی ہے
۵۱	دشمن رسول ہے نام و نشان ہے
۵۲	رسول کا انسان ہونا ہی موزوں ہے
۵۳	مذاہق اڑا لیا جانا
۵۳	تمام یہودیوں کو چھوڑ کر ایک معبود کی بندگی
۵۳	واقعہ معراج
۵۵	جنوں کا سامع قرآن اور قبول اسلام
۵۷	رسول اللہ کے قتل کی ناپاک سازش
۵۷	عارفوں کا واقعہ
۵۸	مناقبوں اور یہودیوں کی رسول دشمنی
۵۹	ہدیہ پیش منافعوں کا وجود
۶۲	یہودیوں کا انکار رسالت
۶۲	معاذرات مطالبات و سوالات
۶۳	حضرت جبریل سے عداوت
۶۳	براہ راست اللہ سے ہمکناری کا بے پروا مطالبہ
۶۵	یہودیت و عیسائیت کی دعوت
۶۵	حجرت قبلہ
۶۷	حضرت امیر اہم علیہ السلام مسلم تھے
۶۸	اجازت جہاد
۶۹	یہود و نصیریہ کی سب دھری
۷۱	سج ایمان شام کفر
۷۱	اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سازش

## پیش لفظ

جناب مولانا اکرم شمس تبریز خاں صاحب استاد شعبہ عربی لکھنؤ، یونیورسٹی  
الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبی بعده.

کتاب وسنت یا قرآن وحدیث کا باہمی تعلق ایک سلسلہ حقیقت ہے اس لیے علماء  
امت نے ایک کو متن اور دوسرے کو اس کی شرح و تفسیر، ایک کو اجمال اور دوسرے کو  
تفصیل قرار دیا ہے جن کو کسی طرح سے ایک دوسرے سے جدا کر کے نہ سمجھا جاسکتا ہے نہ  
ان پر عمل کیا جاسکتا ہے، اس لیے ان کچھوں اور کند ذہنوں یا لال ٹھکانوں کی عقل  
ورائش بر حیرت ہوتی ہے جو کبھی حساباً بحساب اللہ کا لغو لگاتے اور اپنے کو ”اہل  
قرآن“ کہتے ہیں اور کبھی ”متکبر حدیث“ اسی طرح ان مفسرین کا رویہ حیرت انگیز اور عجیب  
خبر ہے جو قرآن اور قرآن مہی کے لیے قرآن اور جاہلی ادب کو کافی سمجھتے ہیں اور  
احادیث نبویہ اور آثار صحابہ و تابعین سے بے اشتناکی برتتے ہیں اور انھیں خاطر خواہ اہمیت  
نہیں دیتے۔

جمہور علمائے امت نے قرآن وحدیث کو ہمیشہ مشلہ معہ کی روشنی میں دیکھا ہے  
اور قرآن کو حدیث کی رہنمائی میں سمجھا اور اس پر عمل کیا ہے اسی لیے تفسیر ہالما ثور کا چورا  
تفسیری دیبستان وجود میں آچکا ہے، اس کے علاوہ اہم اور مستند سیرت نگاروں نے سیرت  
نبویہ (علی صاحبھا الف الف تحیہ) کے لیے فیہادی فاخذ قرآن مجید ہی کو قرآن دیا  
ہے اور سیرت کو قرآن کی نزولی ترتیب اور شان نزول کے آئینے میں دیکھا ہے۔ اور بعض  
علماء نے پورے قرآن کو لغت وحدہ نبوی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ہر قرآن در شان محمدؐ  
اس سب کے ساتھ یہ حقیقت ہے کہ سیرت نبویہ کے مراحل و منازل اور حالات  
واقعات کے ساتھ ساتھ اور منزل بہ منزل قرآن مجید بھی نازل ہوتا رہا اور صاحب

۱۰۳	ہمارے جہانوں کے بارے میں علم
۱۰۶	رسول اللہ کا ایک راز
۱۰۷	سبحہ
۱۰۸	غزوہ بدر
۱۰۹	غزوہ کاہنک
۱۱۳	چند انواع اور تفسیریں
۱۱۳	واقعات نبوی
۱۱۵	سیرت کے چند مزید پہلو: - چادو کے اثرات
۱۱۶	بعض خدا کی عجیب بات
۱۲۰	رسول اللہ کو پکارنے کا ادب
۱۲۰	مال کی وقفیت
۱۲۱	ازواج مطہرات
۱۲۲	نبی کے گھر کا ادب
۱۲۳	رسول اللہ پر صلاۃ و سلام
۱۲۳	رسول اللہ کی بشریت
۱۲۳	حضور کا سر ایا قرآن کی روشنی میں
۱۲۶	رسول اللہ کی حدیث
۱۲۷	رسول اللہ کی یہ اختیار اور آپ کی غیب دانی کی نئی
۱۲۷	رسول اللہ پر اللہ کی تعظیم
۱۳۱	دعوتِ نبوی کے نئے دل سوزی
۱۳۳	عبر و استفادہ مسرت کی خدا کی تعلیم
۱۳۵	خاتم الانبیاء
۱۳۶	رحمت عالم
۱۳۷	بلیغ رسول کے مقاصد و فرائض
۱۳۸	الحامد رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳۹	اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۱۴۲	مراغ و مہار

☆☆☆

سیرت اور امت کی رہنمائی کرتا رہا، سیرت کے ذخیرے میں اس طرح کی کچھ کتابیں ملتی ہیں لیکن باقی قریب میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالحق دہلوی اور حضرت مولانا عبدالمجید دہلوی نے قرآنی سیرت نبویہ پر بہت اچھا کام کیا ہے۔

ہمارے لیے بڑی مسرت اور سعادت کی بات ہے کہ عزیز محترم اور نوجوان عالم اور اہل قلم "مولانا محمد امجد قاسمی، ندوی سلمہ اللہ تعالیٰ" نے اس اہم اور مبارک موضوع پر قلم اٹھایا اور بڑی حد تک سیرت نبویہ سے متعلقہ آیات شریفہ کا استیعاب و احاطہ کرنے کی سعی مشکور کی، ہو سکتا ہے کہ سیرت نبویہ سے متعلق کچھ آیات کریمہ چھوٹ گئی ہوں لیکن سیرت مطہرہ پر جتنی بھی قرآنی روشنی کا انکاس ہو رہا ہے اس سے بھی سیرت اور صاحب سیرت قرآن اور ترجمان قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے اور سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے اور مشکاکِ نبوت کو یہ انوار ربانی و قرآنی عجیب و غریب تب و تاب اور روشنی و درخشندگی عطا کر رہے ہیں، جسے دیکھ کر آدمی حیرت سے کہہ اٹھتا ہے کہ

صورت تری تصویر کمالات بنا کر ہم دانتہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

اور یہ بھی کہ

ربخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کرب اور درآئینہ ہماری ہر خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں ہمیں امید ہے کہ اس اہم اور حیرت انگیز موضوع پر یہ کتاب عوام و خواص سب کے لیے سیرت نبویہ کو قرآن کی روشنی میں دیکھنے، سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا ذوق و شوق اور جذبہ و دلولہ پیدا کرنے کی محرک ثابت ہوگی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مصنف سلمہ اللہ کی اس علمی و دینی خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں دین و ملت کے لیے مفید علمی و دینی کاموں کی مزید توفیق عطا کرے۔

شمس تبریز خاں

۱۳۳۳ھ

۱۷۲۲ھ

## حرفے چند

الحمد لله الذي بعث لنا نبيا، ولا يزال حيا قديرا، والصلاة والسلام على الرسول الذي بعث الله بشيرا وناذرا.

زیر نظر کتاب قرآن مجید کی روشنی میں سیرت نبویہ علی صاحبہا الف الف حمیدہ و سلام کے مطالعہ کی ایک معمولی کوشش و کاوش ہے، اس موضوع پر لکھنے کا دایہ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ندوی دامت برکاتہم دیر باہر سار الشاہ اعظم گڑھ کے اس دعوت نامہ سے پیدا ہوا تھا جو قرآن مجید نامہ سے متعلق تھا اور جو غالب حالات کی ابتوری کی وجہ سے اب تک نہیں ہو سکا ہے۔

میں نے اس سیرت کے لئے اس موضوع پر مختصر مقالہ کی نیت سے لکھا شروع کیا تھا، مگر قرآن کریم کا مطالعہ جب اس موضوع کی روشنی میں شروع کیا تو مفسرین کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، اور "الذی بعثنا" کے بارے میں دراز تر تو قسم (۱)

اس کتاب میں جنی الامکان سیرت سے متعلق آیات قرآنی کے احاطہ اور تاریخی ترتیب کی رعایت کی کوشش کی گئی ہے تاہم عمل احاطہ کا کوئی کسی بھی طرح نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن کریم اور سیرت نبویہ دونوں وہ بحر ذخار ہیں جن کی بغیر رسائی زمانہ رسالت سے جاری ہے اور صحیح قیامت تک جاری رہے گی، یہ وہ روشنی ہیں جو ہر گم گشت راہ و منزل کو راہ و راہ منزل دکھاتی اور پہلی راہی ہیں اور ہیں گی، اور ان دونوں کے تقاطع سے ہزاروں نکتے والوں سے نکلا ہے اور نکلیں گے، مگر جو کچھ لکھا گیا ہے اور جو لکھا جائے گا وہ ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہے حد کم ہے۔ یہ کتاب بھی ایک حق کاوش ہے، اندازہ معیشت ہے، مطالعہ قرآن و سیرت کی ایک نئی کوشش ہے، خداوند قدس اس کو قبول عام سے نوازے، لکھنے والے کو اغلاص و عمل کی دولت گرانما عطا فرمائے، اسے امت کے لئے نافع بنائے اور غلطیوں سے روک دے فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

محمد امجد قاسمی، ندوی

۱۳۳۳ھ

۱۷۲۲ھ

## سیرت نبویہ قرآن مجید کے آئینے میں

ہمدرد قرآن در شان محمد

قرآن کریم کا اگر بظرف غائر تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو اس میں سیرت نبوی کے متعدد واقعات اور حالات کا صراحتاً یا اشارۃً ذکر ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے غزوات، اہم ترین واقعات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم ترین خصوصیات و کمالات اور امتیازات کا تذکرہ قرآن کریم میں جابجا نکھرا ہوا نظر آتا ہے، اس لحاظ سے قرآن کے آئینہ میں سیرت نبوی کے امتیازی اور انفرادی گوشے خوب کھل کر سامنے آتے ہیں، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ اور قرآن کریم دونوں لازم موزم تھے، خود حضرت عائشہؓ نے آپؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا "کمان خلقہ القرآن" آپؐ کے اخلاق بالکل قرآن کا پرتو تھے۔

کتاب سیرت و تاریخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے واقعات و تفصیلات کا ذکر عام طور پر تاریخی اور سوانحی حیثیت سے ہوتا ہے، لیکن وہی واقعات قرآن میں بیان ہوتے ہیں تو ان میں دعوتی لگہ ہوتی ہے قرآن چونکہ تاریخ و سیرت کی کتاب نہیں بلکہ اصلاً وہ کتاب دعوت و تذکیر ہے اسی لئے اس کی ہر آیت سے یہ فکر نمایاں طور پر جھلکتی اور جھلکتی ہے، قرآن واقعات کو ایسے اسلوب اور جیراے بیان میں پیش کرتا ہے کہ اس کا فائدہ دینی و دنیا تک عام ہو جاتا ہے اور اس سے ایسے نتائج اخذ کرتا ہے اور اس کی روشنی میں ان

حقائق کی طرف متوجہ کرتا ہے جو ہر دور میں مفید اور چشم کشا ثابت ہوتے ہیں۔

اس کی ایک واضح مثال واقعہ اکھ ہے جس کا ذکر سورۃ النور کے دوسرے رکوع میں کیا گیا ہے، یہ واقعہ حضرت عائشہؓ پر بعض منافقین کی طرف سے تہمت زنا سے متعلق ہے، قرآن نے اس کا تذکرہ صرف واقعاتی اور تاریخی حیثیت سے نہیں کیا ہے بلکہ اس کا بیان ایسے اسلوب میں آیا ہے جس سے مسلمان کی آبرو کا تحفظ، معاشرہ میں فحاشا پھیلانے والوں اور فساد انگیزیاں کرنے والوں کا سد باب، پاک دامن، پاکیزہ خواتین پر تہمت لگانے والوں اور مسلمانوں کی عزت و آبرو کے ساتھ کھلاؤز کرنے والوں کو تنبیہ، چار عادل گواہوں کے بغیر تہمت زنا کا عدم ثبوت اور نہ جانے کتنے مسائل اور اصول معلوم ہوتے ہیں جو ہمیشہ مفید اور رہنما رہیں گے، جب کہ کتب سیرت میں ان پہلوؤں پر توجہ کے بجائے ساری توجہ صرف اس واقعہ کو تاریخی حیثیت سے بیان کرنے پر صرف کی گئی ہے۔

قرآن کریم کا اسلوب ابھار و اعجاز دونوں کو مکمل طریقہ سے جامع ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن واقعات سیرت کے انھیں اجزاء کو بیان کرتا ہے جو ضروری ہوتے ہیں اور جن میں عبرت و موعظت کا درس ہوتا ہے، جب کہ کتب سیرت میں ان واقعات کی پوری تفصیلات اور تمام اجزاء کا بیان ہوتا ہے، مثال کے طور پر اسراء و معراج کے واقعہ کا ذکر قرآن میں بحد مختصر انداز میں اشارۃً فرمایا گیا ہے، ہاں اس کی بقیہ تفصیلات کتب احادیث و سیرت میں موجود ہیں۔

جب کہ کچھ ایسے واقعات سیرت بھی ہیں جن کا قرآن میں بالاحتیاج تذکرہ ہے اور اس کے نتائج و احکام سے خاطر خواہ بحث کی گئی ہے، مثال کے طور پر حضرت زید بن حارثہ کو حنفی بنائے جانے پھر حضرت زینب بنت جحش سے ان کے نکاح پھر تحریریت



اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے نکاح کے واقعات کی تفصیلات و اجزاء قرآن میں موجود ہیں۔

پھر ایک نمایاں فرق انداز بیان کا ہے، قرآن قصصی ادب کا بھی اعلیٰ شاہکار ہے، واقعات سیرت کے ذکر میں جو جوش بیان، سلاست، بر چسکی، لطافت، نفسیات کی رعایت، شکوہ اور نصاحت قرآن کی آیات میں ملتی ہے اس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی ہے۔ قرآن اپنے قارئین کے حواس پر چھاپا جاتا ہے اور یہی اس کا اعجاز و کمال ہے، ظاہر ہے کہ یہ امتیاز کسی اور کتاب کو کیسے مل سکتا ہے، ورنہ خالق کی کتاب اور مخلوق کی کتاب میں فرق ہی کیا رہ جائے گا؟

غزوہ خندق میں کفار کے اچانک حملہ آور ہونے اور بعد کے واقعات کا ذکر قرآن نے سورہ احزاب میں جس طرح کیا ہے اس سے بہتر الفاظ و اسلوب میں اس کی تصویر کشی ناممکن ہے، علماء کے بقول غزوہ خندق سے متعلق یہ آیات اعجاز قرآنی کا اعلیٰ ترین اور اعلیٰ ترین نمونہ و شاہکار ہیں۔

کتب سیرت میں واقعات و حادثات کا تفصیلی بیان تو ملتا ہے مگر قرآنی بیان کا امتیاز یہ ہوتا ہے کہ وہ ظاہر سے دھاروا ہو کر گفتگو کرتا ہے، اس میں افراد و اشخاص کے اندرون اور باطن کی تصویر کشی بھی ہوتی ہے، منافقین کے واقعات میں ایسا جانچا دیکھنے میں آتا ہے، قرآن چونکہ کتاب الہی ہے، اس لئے اس کا ہر حرف اور بیان بلا چون و چرا راست ہے، اور تمام کتب سیرت کے لئے قرآن ہی قائل و وثوق مرجع اور ماخذ ہے، وؤیل میں ہم قدر سے تفصیل اور ترتیب سے آیات قرآنیہ کے آئینہ میں سیرت نبوی کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔

(۱) واقعہ اصحاب لیل

واقعہ اصحاب لیل اور ابرہہ کے لشکر کی بدترین ہزیمت سے یہ بات روز روشن کی

طرح عیاں ہوگئی کہ کعبہ اللہ روئے زمین کا سب سے افضل مقام ہے جس کی حفاظت رب کعبہ کی طرف سے ہوتی ہے، اس واقعہ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جد محترم سردار قریش عبدالمطلب کا یہ واقعہ بھی کتب سیرت میں نقل کیا جاتا ہے کہ ابرہہ کے لشکر نے مکہ المکرمہ سے باہر بچنے والے بیکڑوں اونٹوں پر قبضہ کر لیا، ان میں دوسواونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے، وہ ابرہہ کے پاس پہنچے، ابرہہ نے انھیں قریب بلایا اور بٹھایا اور انے کا سبب دریافت کیا، عبدالمطلب نے اپنے دوسواونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا، ابرہہ نے عبدالمطلب کو ملامت کرتے ہوئے کہا: تمہارا کعبہ خطرہ میں ہے تم اس کے بچاؤ کی کوشش کے بجائے اپنے اونٹ بچانا چاہتے ہو، عبدالمطلب نے کمال شان استغناء سے جواب دیا، "أَمَا الْإِبِلُ فَهِيَ لِي وَأَمَا الْبَيْتُ فَلَهُ رَبِّ سَمِعْتُهُ" اونٹ میرے ہیں، بیت اللہ اللہ کا ہے، وہ اس کی حفاظت کے لئے کافی ہے، اس کے بعد ابرہہ نے بیت اللہ پر حملہ کرنا چاہا مگر اپنا بل پرنندوں نے چھوٹی چھوٹی سنگریوں سے پورا لشکر تھس تھس کر ڈالا، یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے سال پیش آیا۔

اس واقعہ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تو نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ معجزہ نبی کے دعوائے نبوت کی تصدیق کے لئے ہوتا ہے، تاہم اسے اصطلاح محمد شین کے مطابق "ابرہاس" کہا جاتا ہے جس کے معنی تمہید کے ہوتے ہیں، دعوائے نبوت یا ولادت نبی سے قبل جو بعض واقعات اور نشانیاں متجانب اللہ خرقی عادت کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں وہ ابرہاس کہلاتی ہیں، یہ نبوت کے اثبات و حقائق کی تمہید ہوتی ہیں، اصحاب لیل کو خطاب حاوی کے ذریعہ بیت اللہ پر حملہ سے روک دینا بھی ابرہاس ہے۔

قرآن کریم میں پوری سورت اس واقعہ کے تذکرہ میں نازل ہوئی ہے سورہ نمل اس کا نام بھی ہے "أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ، أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ

سَجِيلٌ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ" (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی و ایلوں سے کیا معاملہ کیا، کیا اس نے ان کی تدبیر کو سرتاپا اکارت نہیں کر دیا اور ان پر غول کے قوئل پرندے بھیج دیئے جو ان پر ٹنکر کی پتھریاں پھینک رہے تھے پھر ان کو جانوروں کے کھائے ہوئے مہو سے کی طرح پامال کر دیا)

واقفہ لیل کا اجمالی ذکر کر دیا گیا ہے، اصل مقصود کفار کو اس طرف توجہ دلانی ہے کہ وہ دعوت محمدی پر لبیک کہتے ہوئے خدا سے واحد کی بندگی کی طرف پلٹ آئیں، ورنہ اگر انھوں نے احکام الہیہ کی بے حرکتی کی، اور دعوت دین کو دھانے کے لئے زور و جبر سے کام لیا تو ان پر دیا عذاب آسکتا ہے، جو اصحاب اخیل پر آچکا ہے، اور آخرت کا عذاب تو یقیناً ہوگا۔

(۲) قبل از نبوت آپ کا قتل و اضطراب

نبوت ملنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا قلق و اضطراب رہا کرتا تھا، یہ ایک بہیم بے چینی تھی، جس کا سبب اور سرچشمہ اور اس کا مستقبل اور تامل کا رُپ کو معلوم نہ تھا، کبھی بھول کر بھی آپ کے دل میں نبوت سے مخائبہ اللہ سرفراز ہوئے کا خیال نہ آتا تھا۔

قرآن کریم میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے "وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحَنَا مَنْ أَمَرْنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ" (الشوریٰ: ۵۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک روح (فرشتہ اور وحی) آپ کی طرف بھیجی ہے، آپ کو کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے لیکن اس قرآن کو ہم نے ایک نور بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سید سے راستہ کی طرف راہ نمائی کر رہے ہیں۔

اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ نبوت ملنے سے قبل آپ کے حاشیہ خیال تک میں یہ بات

نہائی تھی کہ آپ نبوت، کتاب اور وحی سے سرفراز کئے جانے والے ہیں، دوسری آیت میں فرمایا گیا "وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقِيَ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ" (القصص: ۸۲) آپ اس بات کے ہرگز امیدوار نہ تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی، یہ تو شخص آپ کے رب کی مہربانی سے آپ پر نازل ہوئی ہے، اس آیت میں بھی واضح کیا گیا ہے کہ آپ کے تصور تک میں نبوت و کتاب سے سرفرازی کی خواہش اور ارادہ اور وقوع نہ تھی، یہ نعمت تو برحمت خداوندی اچانک حیرت انگیز طور پر آپ کو نصیب ہوئی۔

(۳) قبل از نبوت عادات و خصائل

روایات میں وارد ہوا ہے کہ پہلی وحی (سورۃ العلق کی ابتدائی آیات) کے بعد جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے پریشان حال اپنے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا، مجھے کمال اڑھا دیا، پھر جب کچھ قرآں آیا اور پوری صورت حال حضرت خدیجہ کو بتائی تو انھوں نے فرمایا "وَاللَّهِ مَا يَخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلَ بِالرَّحْمِ وَتَحْمِلَ الْكُلَّ وَتَقْرَى الضِّمِيفَ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتُعِينُ عَلَى نِوَاصِبِ الْحَقِّ" بخدا اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ تو رشتے سے جوڑتے ہیں، دوسروں کا بوجھ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، نادار کو کمائی سے لگا دیتے ہیں اور حق کی وجہ سے جوش آمدہ مصیبتوں پر مدد کرتے ہیں۔

حضرت خدیجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل از نبوت پاکیزہ زندگی کے چند اوصاف شمار کر کر واضح کر دیا کہ ایسی جامع فضیلت کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا، ان اوصاف کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے کف جاءکم رسول من أنفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالموءمنین رؤوف رحیم (التوبہ: ۱۲۸) تم لوگوں کے

پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لئے دوست اور حرم ہے۔

﴿وَأَنَّكَ لَٰعَلَىٰ حَقٍّ عَظِيمٍ﴾ (۴۴) یقیناً آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سارے اخلاق و کمالات آپ کی نبوت پر دلکی قطعی ہیں۔

(۴) آپ کے وجود کے لئے حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت یحییٰ کی خوشخبری

حضرت عبداللہ بن عبد الرحمن بن معمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے "اِنَّ دَعْوَةَ اَمِي اِبْرَاهِيْمَ وَنَشْرِي عِيْسَىٰ مِنْ مَرْيَمَ مِمَّنْ اَسَافُ يَاسَ اِبْرَاهِيْمَ كِي دَعَا وَرَبُّنِي بِنِ مَرْيَمَ كِي بَشَارَتِ بَوَلَدِ"۔

اسی مضمون کو قرآن نے کئی جگہ اپنے اسلوب میں بیان کیا ہے۔ "وَبَشِّرَا وَعْثِ عِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّمَّهِمْ يَتْلُو اٰیٰتِہٖ وَيُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْہِمْ" (البقرہ ۲۹) اور اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خدوان کی قوم سے ایک پیغمبر بھیج دے جو ان میں تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناے اور ان میں کتاب اور حکمت دے اور ان میں پاک و صاف کرے۔

یہ حضرت ابراہیم واسحاق علیہ السلام کی مشترکہ اما کا ایک حصہ ہے، یہ وہ بیت اللہ کی دیواریں تھانے وقت کی گئی تھی، اور اس میں آپ کے مقدمہ صحت کا ذکر بھی مل گیا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت کا ذکر سورہ صافات میں آیا ہے "وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ یَّرْسُوْلٌ یَّاۡتِیْہِ مِنْ مَّعْدٰی اِسْمٰہٖ اَحْمَدُ" (الصافات ۶) اور میں ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا، حضرت یحییٰ کی یہ صریح بشارت اناجیل میں موجود ہے۔ گو تورات کے بعد بہت سے نبیوں میں یہ مضمون بھی نہیں ملتا تاہم بعض نبیوں میں اب بھی یہ بشارت اور پیشین گوئی ملتی ہے۔

(۵) کتب سہادیہ خصوصاً انجیل میں آپ کے اوصاف کا ذکر

انجیل میں یہ وضاحت آئی ہے کہ ایک ہی آئے گا جس کا نام "مخمنہ" ہوگا (سریانی زبان میں یہ محمد کا ہم معنی لفظ ہے) یا برقیطیس ہوگا (رومی زبان میں یہ محمد کا ہم معنی ہے) یا درقلبیہ ہوگا (یہ احمد کے ہم معنی ہے) اور مجھ پر اراہم پڑا ہوگا، دوسری جگہ یہ سب باتیں مکمل آئے ہیں جو انجیل میں آئے ہیں کہ وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ وہ میری گواہی دے گا۔ وہ تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ وہ تمہیں آئندہ کی خبریں بتائے گا۔ اس طرح کی پیشین گوئیاں اناجیل اور جس خصوصاً انجیل برتاہاس میں موجود ہیں اور حریف کے باوجود ان کے اثرات ختم نہیں کئے جاسکتے ہیں۔

شوہبہ بنی ہاشم نے بھی حضرت جعفر بن ابی طالب کی زبانی دعوت محمدی کی تفصیل سن کر برآمد آپ کے رسول خدا ہونے کی گوی دہی تھی اور کہا تھا کہ انہیں کے بارے میں حضرت یحییٰ نے بشارت دی تھی جیسا کہ انجیل میں موجود ہے۔

تورات میں بھی یہ پیشین گوئی موجود ہے "خداوند نے کہا میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی پر بار دوں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ اسے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا ۴۱ لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لے لوں گا" (استثناء باب ۱۸، آیات ۱۵-۱۹)

قرآن میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے "الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ الْاَنْبِیَ الْاُمِّی الَّذِیْ یُجِدُوْنَہٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَہُمْ فِی التَّوْرٰتِ وَالْاِنْجِیْلِ" (الاعراف ۱۵) جو اس پیغمبر نبی امی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں

تورات اور انجیل میں لکھ ہوا تھا ہے۔ (مثال کے طور پر توراۃ و انجیل کے حسب ذیل مقامات ملاحظہ ہو) جہاں آپ کی آمد، اوصاف، لہ کے متعلق صاف شرات موجود ہیں مثلاً: باب ۱۸، آیت ۹۳-۱۰۱، نبی باب ۲۱، آیت ۲۳-۲۶، یوحنا باب ۱-آیت ۹، ۲۳، یوحنا، باب ۱۳، آیت ۱۵-۱۷، یوحنا باب ۱۵، آیت ۲۶، یوحنا باب ۱۶، آیت ۱۵-۱۷ وغیرہ)

اسی لئے قرآن میں فرمایا "الذین آتیہام الکتاب یعرفوہ کما یعرفون أسماءہم وإن فریقاً منهم لیکنتمون الحق وہم یعلمون" (ابقرۃ ۱۳۶) جس لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو (تورات و انجیل میں آئی ہوئی بشارت کی بناء پر بحیثیت رسالت) ایسا (بے شک و شبہ) پہچانتے ہیں جس طرح اپنے نبیوں کو (ان کی صورت سے) پہچانتے ہیں (مگر پہچان کر سمجھنا نہیں لائے، بعض تو ایمان لائے) اور بعض ان میں سے امر و قبح کو نہ جانتے تھے، یہ خوب جانتے ہیں مگر غفرتے ہیں۔

اس میں واضح کر دیا گیا کہ یہ یہود و نصاریٰ توراۃ و انجیل میں موجود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایت و بشارت کی وجہ سے آپ کو یقینی طور پر پہچانتے ہیں، مگر ان کا انکار صرف بہت دھڑکی اور عناد کی وجہ سے ہے۔

(۶) نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا امی و ناخواندہ ہونا آپ کی بہت بڑی فضیلت اور آپ کی نبوت و رسالت کا بہت واضح معجزہ ہے، آپ نے اپنی عمر کے چالیس سال اہل مکہ کے سامنے گزرا دیے، انہ آپ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا، آپ کا مکمل بول امی کتاب سے نہ تھا، چالیس سال ہوتے ہی کیا ایک آپ کی زبان حق ترجمان سے ایسا معجز اور فصیح و بلیغ کلام جاری ہونے

کا، اب اگر آپ امی نہ ہوتے تو اہل باطل کو اس شبہ کا بڑا موقع تھا کہ وہ آپ پر تکمیل کر ہوں سے نقل و اقتباس کا اہرام لگا دیتے اور آپ کی نبوت کا اس طرح انکار کر دیتے، لیکن جب آپ کا حال یہ ہے کہ تو آپ نے کوئی کتاب پڑھی نہ قسم لی اور پھر ایسی تعلیمات و ہدایات قرآن کے ذریعہ پیش فرمانے لگے تو یہ بھانے خود اس کا واضح ثبوت ہے کہ یہ چیز وحی کے سوا کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی، آپ کی انبیہ نے آپ کے بارے میں کسی ایسے شک کے لئے برائے نام بنیاد بھی نہ چھوڑی، اب بہت دھڑکی اس کا انکار کرنے کی کوئی معقول صورت نہ رہی، اسی لئے قرآن میں جگہ جگہ آپ کو امی کہا گیا ہے "وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بیمنک إدا لارتاب المظلون" (الحکبت ۳۸) آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔

فآمنوا باللہ ورسولہ والنبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلما نہ (الاعراف ۱۵۸) پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے پیچھے ہوئے نبی امی پر جو اللہ و اس کے ارشادات کو مانتا ہے۔

هو الذی بعث فی الامم رسولاً منهم یتلو علیہم آیتہ (البقرہ ۲) وہی ذات ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیج دیا ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے

(۷) یتیم عبد اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ فرما ہونے سے قبل ماں کے پیٹ ہی میں یتیم ہو گئے تھے، ۶۰ سال کی عمر میں والدہ بھی وفات پا گئی تھیں، آپ نے زندگی یتیم

کی حالت میں گزری، آپ کی قیسی کا ذکر قرآن کرتا ہے اَلَمْ بِحَدِّكَ يَتْبَعُ مَا يُؤْي (الضحیٰ ۶) کہ اس نے تم کو حقیقت میں پایا اور پھر تمہارا نافرمان کیا؟

(A) آغزوچی

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں وارد ہوا ہے کہ پہلی وہ چیز جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے خواب میں دیکھتے تھے چنانچہ آپ جو خواب بھی دیکھتے وہ پیدہ صبح کی طرف سامنے آتا، پھر غلط گزرتی آپ کے نزدیک محبوب کردی گئی اور آپ عارضہ میں خلوت گزرتی فرماتے کہ کئی راتوں تک اس میں عبادت کرتے تھے اور اس کے لئے سامان خور و نوش ساتھ لے جاتے پھر حضرت خدیجہ کے پاس تشریف لاتے اور اتنی ہی راتوں کے لئے پھر سامان میں فرماتے یہاں تک کہ آپ کے پاس حق (وہ) آگیا جب کہ آپ عارضہ میں تھے چنانچہ فرشتہ پہنچا اور اس نے کہا پڑھئے، آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر فرشتہ نے آپ کو کچرا اور دیا یہاں تک کہ اس کا دبا آپ کی طاقت کی تہا کہ یہو گئی پھر اس نے آپ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے، آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر اس نے آپ کو کچرا کرسہ بارہا عرض دیا پھر چھوڑ کر کہا افسراً لاسلم رنک اللہی خسق الحج آپ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھئے جس نے یہو کیا، جس نے انسان کو کھنے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھئے اور آپ پروردگار بزرگرم سے ۔

(بہارِ نبیؐ پر مبنی)

سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات اس موقعہ پر نازل ہوئیں اور وحی کے مقدس  
اوسر رک سلسلہ کا آغاز ہوا۔

(۹) کیڑوں میں لیٹنے والے

سورۃ اہلق کی ابتدائی آیات کے نزول کے بعد پھر کچھ وقفہ کے لئے وحی کا سلسلہ

ہے۔ اسے سخت دینی کارنامہ کیا جاتا ہے، پہلی بار دینی کے نزوں کا آپ پر حملی اثر ہوا تھا، بات کا نام و رسم ان آپ سے متعلق ہوتا تھا اور جو مردار یاں منسوب القندہ ان کی شخصیت میں منت اور اہمیت کا آپ کو بخوبی احساس تھا، نہ خیراء کا، نہ القندہ آپ کے ساتھ اپنی اہمیت کا پید اور عجیب، قندہ آپ کی سے خوفزدہ ہو گئے، آپ کا اس تیزی سے ہونے لگا اور شدت خوف سے آپ پر پکڑی طاری ہو گئی، حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صبر ہوئے اور حضرت خدیجہ سے فرمایا: زملونی زملونی مجھے جلد اور زور دو، مجھے جلد اور زور دو، چنانچہ آپ کو حضرت خدیجہ نے چادر اوڑھادی، یہاں تک کہ آپ ہ خوف ختم ہو گیا۔ (ایضاً)

ان واقعہ کی طرف اشارہ سورۃ المزل میں کیا گیا ہے یا اُنہا امیر قوم اللہ  
الا فلا۔ کیزوں میں اپنے والے رات کو فز میں کھڑے رہا کر مگر تھوڑی سی رات۔  
ن پہلی رات کے بعد ایک مدت تک دوسری رات کا نواز نہ ہوا بخدا ہی شریف میں  
حضرت مہر حق فیک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا  
یک روز میں رستے سے گزرتا تھا یکا یک میں نے آسمان سے ایک زونہی سرخیا تو  
یک۔ یہی فرشتہ جو نوراہ میں میرے پاس آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان ایک  
آمن پر بیٹھا ہے۔ میں یہ کہنے کو سخت دہشت زدہ ہو گیا اور گھر پہنچ کر میں نے کہا  
مجھے مزاح دے دو مجھے چنچن چھوڑ لوں نے مجھ پر کاف اور حایہ۔ (ایضاً وسم  
مسند احمد) اس موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو ان کی اصلی  
مکان میں بھیجا تھا جس کی وجہ سے آپ پر خوف جاری ہو گیا، اس واقعہ کے بعد سورۃ  
مذہج نزل ہو اور پھر وحی کا سلسلہ مسلسل رہا، سورۃ المدثر میں فرمایا اُنہا  
لعدو قوم عائد و ربک حکم۔ اے کیزوں میں اپنے والے، ٹھکانہ اور راز دار رہے

رسد کی بڑائی کا اعلان کر دو۔

ان دونوں سورتوں کے آغاز میں رسول اور نبی وغیرہ سے خطاب کے بجائے مدثر و مزمل سے خطاب فرمایا گیا ہے، اس میں یہ طیف اشارہ تو ہے ہی کہ جس کا حکیم کا بار آپ پر ڈال گیا ہے اس کی انجام دہی کے لیے پورے عزم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، نیز خطاب کا یہ انداز آپ کو خوش کرنے کے لئے اور اعلیٰ راز لطف و محبت کے لئے بھی ہے۔

(۱۰) نزول وحی کے ساتھ آپ کا الفاظ وحی کو دہراتا

شروع زمانہ وحی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اغفر وحی کی عادت نہ پڑی تھی تو اس اندیشہ سے کہ کہیں آپ بھول نہ جائیں حضرت جبریل کے سننے کے ساتھ آپ اغفر وحی، یعنی زبان سے دہراتے جاتے تھے، مختلف کتب حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی یہ روایت آئی ہے کہ جب آپ پر قرآن نازل ہوتا تھا تو آپ اس خوف سے کہ کہیں کچھ بھول نہ جائیں جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ وحی کے الفاظ دہراتے لگتے تھے۔ (بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و مسند احمد)

قرآن کریم میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جلد باری سے منع کر دیا گیا ہے اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ بھول جانے کا خوف نہ کریں، قرآن کا پڑھنا، یاد کرنا، سمجھنا سب اللہ کے ذمہ ہے، چنانچہ اس کے بعد آپ حضرت جبریل کے ساتھ دہرے نہ تھے بلکہ نور سے سنتے تھے، پھر حضرت جبریل کے جانے کے بعد دہراتے تھے۔

اس طرح کی تنبیہ قرآن میں صرف تین جگہوں پر موجود ہے، سورہ قیامہ میں فرمایا: "میں لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جعہ وقرآنہ فإذا

قرآنہا فاستمع قرآنہ ثم ان علیما بیداه (القیامہ ۱۶-۱۷) آپ اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے اس کو یاد کروادینا اور پڑھنا دینا ہمارے ذمہ ہے، لہذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں (ہمارا فرشتہ پڑھ رہا ہو) تو اس وقت آپ اس کی قراءت کو غور سے سنتے رہیں، پھر اس کا مطلب سمجھ دینا بھی ہمارے ذمہ ہے، سورہ تکوین میں فرمایا گیا: "ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقض الیک وحیہ" (آیت ۱۱۳) اور آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں جب تک کہ آپ کی طرف اس کی وحی تکمیل کو نہ پہنچ جائے، سورہ اقل میں وارد ہوا ہے "سنقرک فلا تنسی" (آیت ۶) ہم غریب آپ کو پڑھوادیں گے پھر آپ بھولیں گے نہیں۔

صرف تین موقعوں پر یہ ہدایات دی گئی ہیں، پھر بعد میں آپ کو اغفر وحی کی خوب عادت اور مشق ہو گئی تو پھر ان ہدایات کی حاجت باقی نہیں رہی۔

(۱۱) کیا باشندگان مکہ مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟

پہلی وحی کے نزول کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے عالم و فاضل چچا زاد بھائی رتہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، وہ وقت دور جاہلیت ہی میں عیسائی ہو گئے تھے اور عمرانی بن سہل سے واقف تھے، انجیل کے عالم بھی تھے، وہ اس وقت بہت ضعیف اور تار پنا ہو چکے تھے، آپ نے انہیں عار و خوار کا پورا اقدار سنا، تو انھوں نے کہا: "والدی نفسی مبدہ ابک لعمریٰ هذه الامة ابع قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک آپ اس امت کے نبی ہیں اور آپ کے پاس وہی ناموس اکبر (فرشتہ) آیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، کاش میں اس وقت تو انکا زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو بھٹانے کی اور اپنے لیے دینے کی اور آپ کو نکالنے کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہ باتیں سنیں تو آپ کو بھراستغاب ہوا کہ وہ قوم جو مجھے صادق و امین مانتی اور میرے  
دعوت دیتی ہے وہ یہ رویہ اختیار کرے گی، آپ نے پوچھا، او مخرجی ہم؟ کیا  
ہاشدگان مکہ مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟ ورنہ نہ کہا ہاں، جو یہ تمام لائے ہو جب بھی  
ویسا یہاں کوئی لایا ہے اس کی دشمنی کی گئی ہے، اگر مجھے تمہارا زمانہ ملا تو میں تمہاری شکل مدو  
کروں گا۔ اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ بعد ورنہ کا انتقال ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت ابن ہشام: ۱۲۸)

وطن سے نکالے جانے کے واقعہ کی طرف قرآن کی متعدد آجوں میں اشارہ کیا گیا  
ہے سورہ محمد میں فرمایا گیا "وَكَايْنِ مِنْ قُوَّةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قُرَيْشِكَ الَّتِي  
أَخْرَجَتْكَ أَهْلُكُمْ فَلَا نَصْرَ لَهُمْ" (آیت ۱۳۰) اے نبی! کتنی ہی بستیوں ایسی  
گذر چکی ہیں جو آپ کی اس بستی سے زیادہ زور آور تھیں جس نے آپ کو نکال دیا ہے،  
انہیں ہم نے اس طرح ہلاک کر دی کہ کوئی ان کا پچانے والا نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے لئے مکہ سے نکلنے کے بعد مکہ کا رخ  
کر کے یہ فرمایا تھا "اے مکہ! تو خدا کو تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اور مجھے تمام  
شہروں میں سب سے زیادہ تنہی سے محبت ہے، اگر مکہ کے مشرکوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو  
میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا" اس موقع پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی جس میں آپ کی تسلی کا  
سامان بھی ہے۔

سورہ امتحان میں بھی مکہ سے نکالے جانے کا ذکر مختصراً آگیا ہے۔ "أَمَّا يَنْفَكُمُ اللَّهُ  
عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى  
إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَتَوَلَّوْهُمْ وَمِنْ يَتَوَلَّوْهُمْ فَاثْلَاقٌ هُمْ الْفَاطِلُونَ" (آیت ۹)

اللہ تمہیں تو اس بات سے روکے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے

دین کے معاملہ میں جنگ کی ہے اور جنہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا ہے اور تمہارے  
اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے، ان سے جو لوگ دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔ اس  
آیت میں اللہ رسول اور مسلمانوں کے علاوہ سازشی دشمنوں سے کسی بھی نوع کی دوستی  
سے مل ایمان کو منع کر دیا گیا ہے اور یہ بتا دیا گیا ہے کہ مکہ کے مشرکین نے مسلمانوں کو  
ان کے گھروں سے بے گھر کیا ہے جس سے ان کی مکمل عداوت کا حال نمایاں ہے۔

سورہ البقرہ میں ہے "وَأُخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ" (آیت ۱۹۱)  
اور ان کو نکال ۱۰ جہوں سے نہیں ہے قرآن کو یاد، اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر کافر  
قین کرنے لگیں تو تم کو بھی اجازت ہے کہ جہاں وہاں کو قتل کرو ورنہ حرقت ہو تو جیسے  
خود نے تم کو مکہ سے نکالا تھا ایسے تم بھی ان کو مکہ سے نکال دو۔

(۱۲) علانیہ دعوت حق

نبوت سے فرزنی کے بعد تین سال تک آپ نے دعوت سدا کا کام خفیہ طور پر  
انجام دیا، پھر منہ نبی اللہ آپ کو علانیہ تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ یہ حکم قرآن میں مذکور ہے۔  
فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (الحجر ۹۴) اے نبی! جس چیز کا  
آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ سے پاسکے پکارے کہہ دیجئے اور مشرکوں کی ذرا بھی پروا نہ  
کیجئے۔ اس آیت میں یہ امر صراحتاً مکمل برتھوٹ نکال دیا گیا کہ حکم دیا گیا، نیز فرمایا  
گیا "وَقُلْ إِنَّمَا أَدْعِيكُمْ إِلَى طَهْرٍ" (الحجر ۸۹) "آپ فرمادیجئے میں صاف صاف  
خبردار کر دینے والا ہوں، سورہ البقرہ میں حکم دیا گیا "فَمُذْئِرٌ" (آیت ۲) "خبردار اور  
ذرا دینے" سورہ اشعرا میں فرمایا گیا "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" (آیت ۲۳)  
آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

اس کے بعد حدیث دعوتِ اسلام کے زمرہ میں سے چار سے کچھ اور نواح کے ہام دور گونج، مٹنے، آپ نے کوہِ عفا پر چڑھ کر قریش کو آؤ زدی، توحید کی صدا لگائی اور فرمایا: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعْلَمُوا** اے لوگو! کھڑے توحید کے گویا بن جاؤ! نوح پانچواں چلا گیا۔ پھر تو س کے بعد آپ کی مخالفت کا ایک لانتناہی سلسلہ شروع ہو گیا اور فوجِ فطرت و تاراجی تسلسل کے مطابق باطل پوری قوت کے ساتھ حق کے سامنے آ گیا۔

### (۱۳) فطرتِ وحی

وحی کے انقطاع کا سب سے پہلا اور لمبا زمانہ تو سورۃ علق کی ابتدائی آیات کے نزول کے بعد شروع ہوا تھا جس کے ختام پر سورۃ شریعتی تھی، اس کا ذکر آچکا ہے، اس کے ایک عرصہ بعد دوبارہ کسی وجہ سے سلسلہ وحی چند دنوں متقطع رہا تو کفار نے آپ کو یہ طعن دیا کہ محمد کا خدا ن سے خفا ہو گیا اور ان کو چھوڑ دیا، بعد ازاں خدا ابولہب کی بیوی ام کلثوم نے آپ سے کہا ”معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا ہے“ اس صورتِ حال سے آپ کو شدید غم ہوا، آپ کی نفس کے لئے سورۃ بھی نازل ہوئی جس میں اللہ نے تاکید اور واضح کر دیا کہ اللہ آپ سے ناراض نہیں ہے اور نہ اس نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ آپ کو خوشخبری دی گئی کہ مستحقِ قریب میں آپ پر اللہ اپنے جود و عطا اور نوازشت کی بارش برساتے گا اور آپ شاداں و فرحان ہو جائیں گے، فرمایا گیا **وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ** قسم ہے روزِ روشن کی درمات کہ جب کہ وہ سکون کے ساتھ جاری ہو جائے، آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ ناراض ہوا۔ الخ

اصدا وحی میں آغاز میں وقفے اس لئے ہوتے تھے تاکہ آپ رفتہ رفتہ اس کا بار

برداشت کرنے کے عادی ہو جائیں، پھر عادی ہونے کے بعد یہ یہ فقرات کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔

### (۱۴) آپ کے بارے میں مشرکین کے خیالات

کتبِ سیرت میں منقول ہے کہ قریش کے سربراہ اور وہافر دعوتِ محمدی کی تیز رفتار مقبوتیت کو دیکھ کر کڑھتے ہوئے ولید بن مغیرہ کے گھر اکٹھا ہوئے، موسم حج قریب رہا تھا، قریش کو خطرہ تھا کہ عرب قبائل کے مختلف حج کو آنے والے ذوالحجہ دعوتِ محمدی کی سازشوں کی توجہ اثر قبول کر سکتے ہیں، اس خطرہ کے پیش نظر باہم گفت و شنید کے سنے وہ ولید کے گھر جمع ہوئے، ولید نے حاضرین سے کہا کہ اگر ہم نے آپ کے بارے میں مختلف باتیں لوگوں سے کہیں تو ہمارا اتحاد جاتا رہے گا، اس لئے کوئی ایک بات طے کرنی چاہئے سارے لوگ باہم اتفاق کر لیں، کچھ افراد نے کہا کہ ہم محمد کو کاہن کہیں گے، ولید نے جواب دیا نہیں بخیر وہ کاہن نہیں ہیں، ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے، ان کا کلام نہ تو کاہنوں کی طرح ہے اور نہ خود وہ کاہنوں کی طرح فقرے جوڑتے اور گنگنااتے ہیں، کچھ لوگوں نے کہا ہم انہیں بجنون کہیں گے، ولید نے کہا نہیں وہ بجنون نہیں ہیں، ہم نے دیوانوں کی جیسی باتیں دوائی سیدھی کرکے ان میں بالکل نہیں چھپیں، کچھ لوگوں نے شاعر کہنا چاہا، ولید نے کہا وہ شاعر بھی نہیں ہیں، ہم شاعر کی قسم قسم و امانت سے گماہ ہیں، ان کا کام شاعر نہیں ہے، لوگوں نے کہا وہ چاروگر ہیں، ولید نے کہا ایب بھی نہیں ہے، ہم چاروگر ہیں اور ان کے بددلی طریقے سے بھی بخوبی واقف ہیں، یہ بھی ان کے کلام پر چسپا نہیں ہے، لوگوں نے عاجز آ کر کہا ولید! تم ہی بتاؤ ہم کی کہیں؟ ولید نے دیر تک سوچ کر جواب دیا بخدا محمد کے کلام میں عجب چاشنی ہے، اس کلام کی جز بڑی گہری اور ذرا سیل بہت بار آور



ہیں، تم ان باتوں میں سے جو بھی کہو گے وہ ان کے کلام کو سن کر ہر بات غلط قرار دیں گے وہاں زیادہ سے زیادہ تم انہیں جادوگر کہہ سکتے ہو، کیونکہ ان کا کلام جادو کی طرح اثر کرتا ہے اور انسان کو اپنے باپ، بھائی، اہل و عیال اور پورے خاندان سے جدا کر دیتا ہے، اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا، اور موسم حج میں آپ کو ہر طرح کے لقیب سے کفار نے مشہور کر دیا، اس کا فائدہ انھیں تو بہت کم ملا مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پورے عرب میں مشہور ہو گئے، (۱) ولید بن مغیرہ کے اس طرز عمل کا ذکر قرآن میں سورۃ المدثر کی متعدد آیات میں آیا ہے، اے فکر و قدر مقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عسس و مسر ثم ادبر واستکبر فقال ان هذا الا سحر يؤثر ان هذا الا قول البشر ساصلیہ سقر (۲۶: ۲۸) اس نے سوچا اور کچھ بات بتانے کی کوشش کی تو خدا کی بار اس پر کبھی بات بتانے کی کوشش کی پھر لوگوں کی طرف کیسا پھرتی سی کیڑی اور منہ بتا پھر پلٹا اور بکھر میں آہی، آخر کار ہوا یہ تو صرف ایک جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے، یہ تو بس ایک انسانی کلام ہے، مگر عرب میں اسے دوزخ میں جھونک دوں گا۔

روایت میں یہ آتا ہے کہ ولید اپنے دل میں کلام الہی کی حقانیت کا قائل ہو چکا تھا مگر محض اپنی سروری کو برقرار رکھنے کی خاطر وہ ایمان نہ دیا اور اپنے خمیر سے لڑکر آپ کے لئے ”سحر“ کا نام تو بڑا کیا۔

کتب حدیث و تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کفار نے یہ محسوس کیا کہ دعوت حق کا کارواں اپنی منزل کی جانب تیزی سے رواں دواں ہے اور ان کی کوئی تدبیر کارگر نہیں

تأبوت ہو رہی ہے تو انہوں نے مختلف طریقوں سے اس دعوت دین کی مہم کو سر د کرنے کی کوشش کی، مختلف نام اور القاب جو بڑے، چارہ گر، شاعر، مجنون و دیوانہ کہا، یہ کہا کہ ان کا کلام پرانگندہ خواب ہے، انھوں نے بے سندہ بے اصل، من گھڑت باتیں ہیں، داستان یارینہ ہے، انھوں کی خرافات ہے، تراشیدہ اور جھوٹ بات ہے، جنوں کی سکھائی ہوئی بات ہے، وغیرہ وغیرہ۔

قرآن کی متعدد آیات میں ان چیزوں کا ذکر آیا ہے، ہم اس مضمون کی چند آیات پیش کرتے ہیں۔

(۱) ﴿وَمِنْهُمْ مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ يَرْوِا كَلِمَةً آيَةً لَا يَقُومُوا بِهَا حَتَّىٰ إِذَا هَاءُ وَكَ سَحَابُلُونُ﴾ يقول الذين كفروا ان هذا الا أساطير الأولين ﴿الانعام ۲۵﴾ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو کان لگا کر آپ کی بات سنتے ہیں، مگر ہم نے ان کے دوسرے پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اسے نہ سمجھیں، اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے، اور گردہ ساری کی ساری نشانیاں دیکھتے ہیں جب بھی ان پر ایمان نہ لائیں، حد یہ ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آ کر آپ سے جھگڑتے ہیں تو جنہوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ تو ایک داستان یارینہ کے سوا کچھ نہیں۔

(۲) ﴿وَإِذَا تَنَاسَلُوا عَلَيْهِمْ آمَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَعَلَّنَا مِثْلَ هَذَا إِن هَذَا إِلَّا أساطير الأولين﴾ (انفال: ۳۱) اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے لگتے ہیں، بس ہم نے سن لیا ہم چاہیں تو ایسی ہی باتیں ہم بھی کہہ لائیں، یہ ہے ہی کیا بجز نرئی انھوں کی خرافات کے۔ اس آیت

میں اشارہ پھر بن کر رکھ دے گی کی طرف ہے جو رات قریش میں تھا۔

(۳) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَآذَا أُنْزِلَ مِنْكُمْ فَيَكُونُ نَذِيرًا﴾  
(نحل ۲۳) اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی؟ تو کہتے ہیں وہی انگوٹوں کے سبے سہرے۔

(۴) ﴿لَقَدْ وَعَدْنَا لَكُم بِهَذَا إِن كَانَ مِنْكُمْ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (۸۳) کا فرماتے ہیں ہم نے بھی یہ وعدہ بہت سے کیا ہے اور ہم سے پہلے یہ وعدہ آپ دادا بھی سنتے رہے ہیں، یہ گھنٹا انہاے پارینہ ہیں۔

(۵) ﴿وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ كَفَرُوا أَجَلًا مُّوَدَّعًا يَوْمَ يُخَالَفُنَا بِسَبْئِهِمْ كَمَا ظَنَنْتُمْ﴾  
ان ہذا اِلَّا سحر میں ہے (یہودی) اے نبی! اگر آپ ان سے کہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد اٹھنے جاؤ گے تو مگرین فوراً بول اٹھیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

(۶) ﴿وَعَجِدُوا أَن جَاهِهِمْ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ﴾ (س ۳) اور ان لوگوں کو اس بات پر بڑا عجیب ہوا کہ ایک ڈرانے والا خود انہیں میں سے آگیا، مگرین کہنے لگے کہ یہ سخت جھوٹا جادوگر ہے۔

(۷) ﴿وَلَوْ جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سَاحِرٌ وَابْسَاطٌ﴾  
(نور ۳۰) اور جب حق ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

(۸) ﴿فَقَالَ إِن هَذَا إِلَّا سَحَرٌ يُّؤْتِيهِ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْعَصْرِ﴾  
(اندھ ۲۵، ۲۴) تو اس نے کہا کہ یہ تو صرف ایک جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ یہ تو جس ایک انہی کلام ہے۔

(۹) ﴿وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ﴾  
(ہجر ۶) وہ لوگ کہتے ہیں اے وہ شخص جس پر (بقول اس کے) یہ ذکر (قرآن) اترا ہے، تو یقیناً دیوانہ ہے۔

(۱۰) ﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَحْنُونٍ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ وَمَا هُوَ عَلَى الْعَيْبِ مُضْنٍ وَمَا هُوَ بِمَقُولِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ﴾ (التکویر: ۲۲-۲۵)  
اے اہل مکہ تمہارا رفیق (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون نہیں ہے، اس نے اس پیغامبر (حضرت جبریل) کو روشن افق پر دیکھا ہے، اور وہ غیب (کے) اس علم کو لوگوں تک پہنچانے کے معاملہ میں بخیل نہیں ہے، اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔

(۱۱) ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ، إِنْ هُوَ إِلَّا نَذْرٌ أَتَىٰ﴾  
میں ہے (یس ۶۹) اور ہم نے ان کو (آپ کو) شعر نہیں سکھایا ہے اور نہ شاعری ان کو سیکھ رہی ہے، یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پردہ جانی والی کتاب۔

(۱۲) ﴿وَمَا هُوَ بِمَقُولِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تَأْمَنُونَ وَلَا يَقُولُ كَلَهَنَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾ (الحاقہ ۳۱، ۳۲) یہ قرآن کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ کہی ایمان لاتے ہو، اور نہ ہی کسی کا کلام ہے، تم لوگ کہی غور کرتے ہو۔

(۱۳) ﴿فَذَكِّرْهُمَا أَنْتَ مِنْ نِعْمَةِ رَبِّكَ نَكَاهَنَ وَلَا مَجْنُونٌ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رِبِّبُ الْمَعُونِ﴾ (انعام ۲۹، ۳۰) پس اے نبی! آپ نصیحت کیجئے، آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کانٹا ہیں اور نہ مجنون، کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص (آپ) شاعر ہے جس کے حق میں ہم گردش ایام کے خطر ہیں؟

(۱۴) ﴿وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَمَعَالِمُ الشُّعَرَاءِ مَجْنُونٌ﴾

(اصافات ۳۶) اور وہ لوگ کہتے ہیں کیا ہم ایک شاعر مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟

(۱۵) ﴿بَلْ قَالُوا أَأُصْعِدُ أَحْلَامَ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأُولَى﴾ (انبیاء ۵) لوگ کہتے ہیں ”بلکہ یہ پراگندہ خواب ہیں، بلکہ یہ اس کی سن گھڑت ہے، بلکہ یہ نفس شاعر ہے، اور نہ کوئی ایسی نشانی ہمارے پاس لائے جیسی نشانی دے کر پرانے زمانہ کے رسول بھیجے گئے تھے۔“

(۱۶) ﴿يَا مَعْشَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَفِ الْفِتْنَةِ تَعْلَمُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْءٌ﴾ (الاحقاف ۸) کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپؐ نے اسے گھڑ لیا ہے، آپؐ فرمادیتے کہ اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو تم مجھے اللہ کے عذاب سے کچھ بھی نہ بچا سکو گے۔

(۱۷) ﴿يَا مَعْشَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يَأْتِيكُمُ الْبُرْهَانُ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ (التور ۳۳) کیا وہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں چاہتے۔

(۱۸) ﴿وَلَوْ أَنَّا قُلْنَا لِلَّذِينَ كَفَرُوا ائْتُوا بِآيَاتٍ كَمَا تَأْتِيكُمُ الْآيَاتُ بِالْحَقِّ﴾ (الاحقاف ۲۳) ان یٰ صِدْقَکُمْ عٰدَکُمْ یَعْبُدُ اَبْدًا ۚ وَهٰذَا اِلٰہُکُمْ مَّغْفِرًا ۚ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْحَقُّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنَّ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ (ہٰ ۲۳) ان لوگوں کو جب ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ”یہ نفس تو بس تم کو ان معبودوں سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے جن کی پوجا تمہارے باپ دادا کرتے آئے ہیں“ اور کہتے ہیں کہ ”یہ قرآن تو محض گھڑا ہوا ایک جھوٹ ہے، ان کافروں کے سامنے جب حق آیا تو انھوں نے کھدیا کہ یہ تو صرف جادو ہے۔“

(۱۹) ﴿وَلَوْ اَنَّ یٰ کٰدَ الدِّیْنِ کَفَرُوْا لَیْزُلْنَکُمْ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوْا

الدِّیْنِ کَفَرُوْا لَیْزُلْنَکُمْ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوْا﴾ (الاحقاف ۵۱) جب یہ کافر لوگ قرآن سنتے ہیں تو آپؐ کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا آپؐ کے قدم اکھڑ دیں گے، اور کہتے ہیں کہ یہ ضرور دیوانہ ہے۔

(۲۰) ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا اِنْ هٰذَا اِلَّا فُلْکٌ مُّؤْتَرَفٌ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءَ وَاٰطَلَمْنَا وَزُوْرًا وَقَالُوْا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اُکْتَتَبَہَا وَهٰی تَعْلٰی عَلَیْہِ مَکْرَہٌ وَّاصِیْلًا﴾ (مغربان ۵۰۳) اور کافروں نے کہا کہ ”یہ قرآن ایک سن گھڑت چیز ہے جس کو اس شخص نے آپؐ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسروں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے“ بڑے غم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں، کہتے ہیں ”یہ پرانے لوگوں کی کھسی ہوئی چیزیں ہیں، جن میں یہ شخص نقل کر رہا ہے اور وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں۔“

(۱۵) آپؐ سے قریش کے بے ہودہ مطالبات

اسلام کی ہم رفتہ رفتہ تکمیل رہا تھا قریش حتی الامکان اسلام کے اثرات ختم کرنے کے لئے سرگرم تھے، ایک بار مشورہ کر کے انھوں نے اپنا ایک وفد آپؐ کی خدمت میں بھیجا، وفد نے جو بات رکھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپؐ نے حکومت، عورت اور مال کی ہوری پیشکش ٹھکرادی ہے، آپؐ کو بخوبی سم ہے کہ ہم کھگ دست ہیں، ہمارا علاقہ تنگ ہے، ہم خسہ حال ہیں، ہمارے پاس مال بھی کم ہے، آپؐ اپنے رب سے یہ دعا کیجئے کہ وہ من پھاڑوں کو یہاں سے ہٹ دے جنہوں نے ہم کو تنگ کر دیا ہے، اور ہمارے علاقہ کو وسیع تر کر دے اور اس میں دریا اور چشمے رواں کر دے جیسے کہ شام و عراق میں نہریں رواں ہیں وغیرہ وغیرہ، انھوں نے مزید کہا کہ آپؐ اپنے رب سے ایک فرشتہ کا اپنے

لئے مطالبہ کیجئے جو ہر وقت آپ کے ہمراہ رہے، آپ کی باتوں کی تصدیق کرے، نیز آپ اپنے رب سے یہ بھی دعا کیجئے کہ وہ آپ کے لئے پاگات و مہلات اور سونے چاندی کے خزانے عطا کرے، اگر آپ اپنے دوستی میں سے ہیں تو ایسا کر دکھائیے، تاکہ ہم بھی آپ کو نئی سمجھیں، ورنہ یہ حالت موجودہ تو آپ بالکل ہماری ہی طرح چلتے پھرتے کھاتے پییتے، بازاروں میں آتے جاتے، معاش کے لئے محنت و کوشش کرتے ہیں، جب کہ نبی کو تو بالکل ایسے کام نہ کرنے سے چاہئیں۔ کفار کے ان جیسے بے ہودہ مطالبات و خیالات کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔

﴿وَلَوْ أَن قَرَأْنَا سِيرَتَ بِهِ الْحَمَالِ أَوْ قَطَعْتَ بِهِ الْأَرْضَ أَوْ كَلَّمَ بِهِ الْمَوْتَى بَنَ لِلَّهِ الْأَمْرَ جَمِيعاً﴾ (الرعد ۳۱) اور اگر کوئی قرآن ایسا اتار دیا جاتا جس کے زور سے پہاڑ چنے گتے یا زمین میں شق ہو جاتی یا مردے بولنے لگتے (جب بھی یہ کافر یہ بات نہ داتے، اور اس طرح کی نشانیاں دکھا دیتا کچھ مشکل نہیں ہے) بلکہ سارا اعتباری اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اس آیت میں واضح فرما دیا گیا ہے کہ نشانیاں نہ دکھانے کا اصل سبب یہ نہیں ہے کہ اللہ کو اس پر قدرت نہیں ہے بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ ان طریقوں سے کام لینا مصلحت خداوندی کے خلاف ہے، اس لئے کہ اصل مطلوب ہدایت ہے، اور ہدایت لوگوں کی فکر و بصیرت کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

﴿وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعاً أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ مَّخِيلٍ وَعَنْبٌ فَتَقْطَرُ الْأَمْهَارُ خَلَالَهَا فَتُجِيرُوا أَوْ تَسْقُطَ السَّمَاءُ كَمَا زَعَمْتُمْ عَلَيْنَا كِسْفاً أَوْ تَأْتَىٰ بَالَهُ وَالْمَلَائِكَةُ قَبِيلًا أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زَحْرَفٍ﴾ (نہی اسرائیل ۹۰، ۹۱) انہوں نے کہا: ہم تمہاری

بات نہیں مانیں گے جب تک کہ تم ہمارے لئے زمین کو بھی ذکر ایک چشمہ جاری نہ کر دو یا تمہارے لئے سمجھوروں اور انگوٹوں کا ایک دھڑ پیدا ہو اور تم اس میں نہریں رواں کر دو، یا تم آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دو جبکہ تمہارا دعویٰ ہے یا تم خدا کو اور فرشتوں کو زور و زور ہمارے سامنے لے آؤ یا تمہارے لئے سونے کا ایک گھر بن جائے۔

سورہ فرقان میں فرمایا گیا ﴿وَقُلُوا مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونَ لَهُ حِجَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَحِلاً مَّسْحُوراً انطريق صرمدوا لك الأمثال فضلو فلا يستطيعون سبباً تشارك الذي إن شاء جعل لك خيراً من ذلك حداث تحري من نحبها الأمهات ويجعل لك قصوراً﴾ (الفرقان ۱۰) وہ لوگ کہتے ہیں یہ کیا رسالہ ہے جو کھاتا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، کیوں نہ اس کے پاس کوئی فزیتہ بھی ہو گی جو اس کے ساتھ رہتا ہو نہ ماننے والوں کو ڈرنا، یا اور کچھ نہیں تو اس کے لئے کوئی خزانہ ہی اتار دیا جائے تاکہ اس کے پاس کوئی باغی ہو تاکہ جس سے وہ روزی حاصل کرتا ہو، یہ خیال کہتے ہیں "تم لوگ تو اس ایک عمر زدہ آدمی کی پیروی کر رہے ہو" دیکھئے! کیسی کیسی جہتیں یہ لوگ آپ کے آگے پیش کر رہے ہیں، ایسے جیسے ہیں کہ وہ راہ نہیں دیتے، وہ ذات باری صلی شان ہے کہ اگر چاہے تو ان کی جو بڑ کردہ چیزوں سے بھی زیادہ بڑا چیز دے کر آپ کو دیدے بہت سے پاگات دیدے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دیدے، (لیکن ایہ حکم نہیں ہو) آگے چل کر واضح کر دیا گیا ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ

رمك مصيرا (۲۰) اے نبی! ہم نے آپ سے پیسے جو رسول بھی بھیجے وہ سب بھی کھانا کھانے والے اور بارہا میں چنے والے لوگ تھے، دراصل ہم نے تم لوگوں کو ایک دوسرے کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنادیا ہے، کیا تم مہر کرتے ہو؟ تب ہا رب سب کچھ دیکھتا ہے۔

(۱۶) عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کی بے ہودہ گوئی

ابو جس وفد کفار کا ذکر آیا ہے اس میں عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ نامی کافر بھی شامل تھا، اس نے آپؐ سے آخر میں کہا کہ لوگوں نے تم سے جو پیشکش کی وہ تم نے رد کر دی، ابھی کچھ مطالبات رکھتا کہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارا مقام معلوم ہو جائے ورنہ یحیر لوگ تمہاری پیروی کرنے لگیں مگر تم نے وہ بھی پورے نہ کئے، یہ بات بھی رکھی گئی کہ تم اپنے لئے بغاوت و فتنہ وغیرہ اللہ سے مانگو تاہی سے تمہارا عند اللہ مرتبہ جانا سکتے، تم اس کے لئے بھی تیار نہیں ہو، تم سے یہ بھی کہا گیا کہ جس عذاب سے تم راتے ہو وہی جدی سے جدی رکھ دو مگر تم سے یہ بھی نہ ہوا تو اب بخدا میں تم پر ایمان نہیں دے سکتا، ہاں اگر تم آسمان میں سیر کی جا کر میرے سامنے چڑھ چو پھر وہاں سے چار فرشتوں کے ہمراہ، کو تمہاری تصدیق کریں تب کچھ مکان ہے کہ میں تم پر ایمان لے آؤں، بلکہ بخدا اگر تم ایسا کر دکھاؤ تب بھی میں نہیں سمجھتا کہ میں تم پر ایمان دے دوں گا۔ اس واقعہ کا اثر ذکر قرآن میں عمومی انداز میں فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَأَوْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ سُبُلًا﴾

ولن نؤمن بقرآنك حتى تنزل علينا كتابا مقررًا، قل سبحان ربی هل كنت إلا بشرا رسولا (نہی اسرائیل ۹۲) (ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم آسمان میں چڑھ چو اور تمہارے چڑھنے کا ہم یقین بھی نہ کریں گے جب تک

کہ تم ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لاؤ جسے ہم پڑھیں، اے نبی! آپ فرمادیتے! پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟ واضح کر دیا گیا ہے کہ میں نے خدائی اور تقدیر مت مطلقہ کا دعویٰ نہیں کیا ہے بلکہ میں اللہ کا فرستادہ انسان ہوں، مجھ سے خدائی مطالبات کرنے کا آخر تمہیں کیا جواز ہو سکتا ہے؟

(۱۷) طلعتہ اور عیب دینے والے گمراہ

عام کافروں کا یہ معمول تھا کہ آپ کو رو رو آئے سامنے بھی طعنہ دیا کرتے تھے، اور جس پشت بھی عیب جوئی اور عیب گیری کیا کرتے تھے، خصوصاً امیہ بن خلف نامی کافر اس معاملہ میں پیش پیش تھا، قرآن کریم میں ایک مستقل سورت "سورۃ المزملہ" نازل کی گئی جس میں کافروں کی تین باتوں کی سخت مذمت کی گئی ہے اور ان پر ہونے والے مذہب شدید کو بیان کیا گیا ہے، دراصل یہ اس وقت کے باطل سماج میں رائج اخلاقی برائیوں میں فرمایا گیا۔ ﴿وَيَل لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّزَّةٌ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ كَلَّا لَیْسَنَ فِي الْحَطَمَةِ﴾ بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو جس پشت عیب ٹھالنے والوں اور رو رو طعنہ دینے والا ہو جو مال جمع کرتا ہو اور کسی کو ہار دیکھتا ہو، وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا، ہرگز نہیں غرق ہو تو پھر چھوڑ دو اور چھٹا چور کرنے والی آگ (جہنم) میں پھینک دیا جائے گا۔

(۱۸) اللہ کو برا بھلا کہتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ حق پر "ابو جہل" کو مسلمان نہ ہونے سے متحیر ہو کر آپؐ کی محبت اُن کے رنگ و بے میں اتنی سرایت کر چکی تھی کہ آپ کے دشمنوں کے سامنے ہر وقت بیوقوفانہ رویہ کرتے تھے، ان کے عرضِ لوفت میں سردارانِ قریش کا ایک وفد ابو

جہل، ابوسفیان، عمرو بن عامر وغیرہ سربراہان و زورداروں کو لوگوں پر مشتمل ان کے پاس آیا اور کہا "ایوں ب! آپ ہمارے بڑے اور سردار ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے نے ہمیں اور ہمارے معبودوں کو سخت اذیت پہنچا رکھی ہے، ہم نے اب تک آپ کی وجہ سے صبر کیا، مگر اب ہم صبر نہ کریں گے، یا تو آپ ان کو معاف کر دیں ورنہ پھر ہم نشت لیں گے، یہ سن کر ابوطالب نے آپ کو بد بھجھا اور کہا: "پچھلے تمہاری قوم کا وفد میرے پاس آیا تھا، اس نے ایک ایک بات کہی تھی، تم ذرا میری جان کا بھی خیال کرو اور اپنی جان کا بھی، مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میں سہ نہ سکوں، آپ نے اپنے پیچھے کو اپنے معاملہ میں کچھ متردد رکھا تو بڑے جوش و غرم سے فرمایا۔

"پچھلے! اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں، تب بھی میں اس سے باز نہ آؤں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کر دے یا میں اس راہ میں ختم ہو جاؤں۔" یہ سن کر ابوطالب کی آنکھیں ڈبڈب اٹکیں، وہ کہہ پڑے "برادر زادے! ابخدا میں تمہیں بھی بھی کسی بھی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا، تم جو چاہو کرو، (۱) پھر یہ اشعار پڑھے۔

والله من يصمد اليك محمد  
حتى اوشد هي القربا  
فما صدع من امرك من عليك عصمة  
واشتر وقز مذاك ملك عيوننا (۲)  
خدا کی قسم! وہ لوگ تمہارے پاس اپنی جماعت کے ساتھ ہرگز نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن نہ کر دیا جاؤں، تم اپنی بات بڑھاؤ، تم پر کوئی ملامت نہیں، تم شوال و فرحان ہو جاؤ، اور تمہاری آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہو جائیں۔

مفسر ابن جریر کی روایت کے مطابق آپ سے ابوطالب کی مذکورہ بالا گفتگو اسی وفد نے بہت ہی ملایم و حقارت سے کی تھی۔ (۳) ۳۷۰:۲۱۵ ج ۱ صفحہ ۲۱۵:۲۱۶

کے سامنے ہوئی تھی، اور آپ کے پر عزم عدل کے بعد وفد کے تمام افراد آپ پر برسنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر آپ ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز نہ آئیں گے تو ہم بھی آپ کو در آپ کے خدا کو گالیاں دیں گے، (۱) مورخ ابن اسحاق نے جو جہل بن دشام کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "اے محمد! تجھ ہمارے معبودوں کو برا کہنا نہ چھوڑ دے تو ہم تمہارے اس خدا کو گالیاں دیں گے جس کی تم عبادت کرتے ہو۔"

اس واقعہ کے بعد قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تَسْتَوُوا الدِّينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَيْسُوا لَكُمْ عِدَاكُمْ عَلَّمَ الْخَبْرَ (الانعام ۱۰۸) ورنہ لوگ ان معبودانِ باطلہ کو دشنام دینا دشمنی کی یہ مشرک و گستاخانہ عبادت کرتے ہیں، یہ نیکو (تمہارے ایمان کرنے سے) پھر وہ برا (جہل حد سے گزر کر خدا کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں)۔

آیت میں صحابہ کو براہ راست خطاب ہے، آپ کی زبان حق ترجمان سے قویاں و علم سے انہیں تک کی کے لئے کوئی سخت جملہ بھی نہ نکلا، بعض صحابہ کرام کی زبان سے کبھی باتوں کے بارے میں سخت کلمات نکل سکتے تھے، لیکن انہوں نے انہیں کو کافروں نے گالی دینا برا کہنے سے تعبیر کیا، یہ آیت میں سی اللہ کی طرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کو معبودانِ باطلہ کے بارے میں سب و شتم سے منع کر دیا گیا، باقی رہا قرآن میں بتوں کو سخت الفاظ سے ذکر کرنے کا مسئلہ تو وہاں اصل آواز دی تھی تو نہیں ہے، بلکہ وہاں حقیقت کے لئے ہے، آیت سے یہ اصول ثابت ہو گیا کہ جو عت و درجہ و جب میں نہ آوارہ و کسی گنہگار کا سبب بن رہی ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہئے گا، بتوں کو برا کہنے سے کافر اللہ کو گالی دینا گے تو بتوں کو برا کہنا جو فی نفسہ سب سے ایک معصیت یعنی اللہ کو گالی دینے کا سبب

بجانب سب سے زیادہ







اچانک پیچھے ہٹنے والے کو کسی ماصوم چیز سے پی نے لگا، لوگوں نے چمھا کیا بات ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرے اور محمد کے درمیان آگ کی خندق اور بولناک چیزیں ہیں، اور کچھ نہ ہیں، آپ نے بعد میں فرمایا اگر وہ میرے پاس آتا تو فرشتے اس کے پیچھے پھرتے اڑا دیتے۔ (۱)

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ابو جہل نے یہ معاہدہ بھی کیا تھا کہ میں محمد کو ایسا وزنی پتھر پھینک کر، روں گا کہ اس کا سر چور چور ہو جائے گا۔ ابو جہل کی ان سب معاہدات اور دشمنانہ سرگرمیوں کا بیان قرآن نے بہت صاف اور صریح لفظوں میں فرمادیا ہے ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَبْهِي عَسَا إِذَا صَلَّى أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهَدْيِ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَبَ وَتَوَسَّىٰ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۖ كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَسَفَعْنَا بِالسَّاعِصَةِ مَا حَالَهُ خَالِدَةً فَلْيَنْدِعْ نَادِيَهُ حِسْداً ۚ يَلْعَنُ الْيَاسَانِيُّ ۚ كَلَّا لَا تَطْعَمُ وَلَا يَشْرَبُ ۚ﴾ (احق ۹۰-۹۱) تم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب کہ وہ نماز پڑھتا ہو، تہنار کیا خیال ہے کہ اگر وہ بندہ راہ راست پر ہو یا پرہیزگاری کی تلقین کرتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا) حق کو چھلے گا اور منہ موڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں چنسا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آئے تو ہم اس کی پیشانی کے بل چڑھ کر اسے پھینکیں گے، اس پیشانی کو جو محمدؐ کی اور حق خدا کا ہے، وہ اپنے کامیوں کی ٹوٹی کوہرے، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بدلیں گے، ہرگز نہیں آپ اس کی بات نہ مانئے اور کچھ کیجئے اور اللہ کا قرب حاصل کیجئے۔

(۲۲) ابولہب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت و دعوت کے بعد جب کہ صفا پر چڑھ

بچہ سحر سحر

کر اپنی قوم کو دعوت اسلام دی اور خدا کے عذاب سے ڈرایا اور فرمایا کہ ﴿إِنْسِي ذَنْبِي﴾ لکھ میں بے عذاب شدید ہے، میں تمہیں ایک سخت عذاب کی آمد سے پہلے تنبیہ کرنے والا ہوں، اس پر ابولہب نے (جواب کا بچا بھی تھا کہ) ﴿تَبَسَّأ لَكَ الْهَذَا﴾ جمعنا، تمہارا استیسا ہو گیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس نے آپ کو مارنے کے لئے پتھر بھی لٹایا۔ (۱) قرآن میں اس پر تبصرہ کیا گیا ﴿نَسْتَبْدِيكَ أَيْسَىٰ لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ سَيِّئَتِي وَأَرَادَ أَن يُهْلِكَ﴾ (ابولہب ۳) ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ بر باد ہو جائے، نہ اس کا مال اس کے کام آئے اور نہ اس کی کوئی غنیمت وہ ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا۔ (۲۳) نکلیاں لاونے والی بد بخت

ابولہب کی بیوی ام جہل بھرف دی اور بد زبان تھی، فتنے کی آگ مشتعل کرتی تھی، وہ جنگل سے نکلیاں چن کر رات کو آپ کے رستے میں اور دروازے پر ڈال دیتی تھی، قرآن میں اس کو ﴿حَمَلَةَ الْحَطَبِ﴾ (نکلیاں لا کر لانے والی) کا لقب دیا گیا، اسے جب یہ معلوم ہوا تو وہ آپ کی تلاش میں نکلی، آپ مسجد حرام میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ تشریف فرما تھے، اس نے اپنے ہاتھ میں آپ کو مارنے کے لئے پتھر بھی لئے تھے، مگر اللہ کی مشیت کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ ہی نہ سکی، اللہ نے اس کی نگاہ پکڑ لی، وہ صرف حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکھ رہی تھی، اس نے آپ کی شان میں بھڑی شعر بھی پڑھا، پھر واپس چلی گئی، اس کا شعر یہ تھا ﴿مَذْمُومًا عَصِينَا وَأَمَرَهُ﴾ (نکلیاں لا دینے والی، (۲) ہم نے مذم کی (شرکین آپ کو مذم خدا کہتے جو

بچہ سحر سحر

معنی کے لحاظ سے محمد کی ضد ہے یعنی وہ شخص جس کی خدمت کی جائے یا فرمانی کی اور اس کے حکم کو نہ مانا اور اس کے دین کو نفرت سے چھوڑ دیا۔ قرآن میں اس جمل کا ذکر سورہ لباب ہی میں ہے ﴿وَأَمَّا أَثَرَ الْخَطْبِ فِي جَبِدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ (آیت ۵۴) اور اس کی بیوی بھی (شعلہ زن آگ میں داخل ہوگی) جو لکڑیاں (خاردار) لا کر لاتی ہے، (اور دوزخ میں) اس کے گیسے میں خوب نئی ہوئی رسی ہوگی۔

### (۲۳) مجرم کا فکری غذا

جب قرآن کریم میں اللہ جل جلالہ نے کافر مجرموں کو بطور سزا کے جہنم میں زقوم کھانے کا ذکر فرمایا تو اس پر ابو جہل نے کہا اے قریش کے لوگو! تمہارا دوست محمد کہتا ہے کہ آگ میں درخت ہے جب کہ آگ تو درخت کو کھا جاتی ہے، بخدا! ہمیں یہ معلوم ہے کہ زقوم مجبور اور مکھن کا نام ہے، آگ، مجبور اور مکھن کھا دے (۱)

واقعہ یہ ہے کہ زقوم ایک بیحد خ ذائقہ، ناگوار بو والا درخت ہوتا ہے جو ہمارے علاقوں کے "تھوڑے" جیسا ہوتا ہے، اس کا رس اگر ہم لوگ چائے تو درم ہوتا ہے، یہ ایش جہنم کا غذا دیا جائے گا مگر برہی زبان میں زقوم مجبور اور مکھن کے لئے بولا جاتا تھا چنانچہ ابو جہل نے استہزاء و انکار زقوم کا یہ مطلب سرا دیا۔

قرآن میں اس درخت کی حقیقت بتادی گئی اور فرمایا گیا ﴿إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلِي الْحَمِيمِ حَذُوهُ فَاعْتَلَوْهُ أَسِ سِوَاهُ الْحَمِيمِ ثُمَّ صَبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ﴾ (الدخان: ۴۳-۵۰) بے شک زقوم کا درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا جو تیل کی چمٹ جیسا ہوگا، پیٹ میں وہ اس طرح

جوش کھائے گا جیسے کھولنا ہو پانی جوش کھاتا ہے، (فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو اور رکیدتے ہوئے دوزخ کے پتھوں (جنگل) تک لے جاؤ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب اغریل دو، (اس مجرم سے کہہ پائے گا) چکھو مزہ، تو بڑا معزز و مکرم ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔

سورہ صافات میں فرمایا گیا ﴿إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ إِنَّمَا شَجَرَةُ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رِجُّوْسُ الشَّيَاطِينِ﴾ (۲۳-۲۵) ہم نے اس درخت کو خالصوں کے لئے موجب امتحان بنایا ہے، وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں نکلتا ہے، اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے بچھن۔

### (۲۵) مجھے مال و دولت اور عیش و بدل کی آرزو نہیں ہے

بارہا کافروں نے آپؐ سے مختلف انداز سے پیشکش کی، مقصدت اور بھوسہ کرنا چاہا، دولت و ثروت کے سبز باغ دکھائے، اقتدار و حکومت کی لالچ دی، شرف و عزت کی راہ بھنکی، تحریصات و ترغیبات کے متوجہ دام چھیکنے، مگر ہر سرحد پر اللہ کے پاس رسول برحق نے ایک ہی جواب دیا کہ مجھے مال و دولت، شرف و عزت اور اقتدار و حکومت کی ذرا بھی آرزو نہیں ہے، میں صدی پر داسے بنے گا نہ ہوں، مجھے اللہ نے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے، اگر میری تعلیمات کو تم قبول کرو گے، اور میرے تسمیم تم کرو گے تو تم دینی و آخرت کی کامرائیوں سے بہرہ مند ہو گے۔ قرآن میں اس مضمون کو چار جگہ بیان کیا گیا ہے۔

﴿قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرِ فَعُوْهُ لَكُمْ إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ (ہسبا: ۳۷) آپؐ فرمادیجئے! اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تم ہی کو مبادک رہے، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے، اور وہ ہر چیز پر مگر وہ ہے۔

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ﴾  
(الانعام ۹۰) آپ کہہ دیجئے! میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، یہ تو بس ایک نصیحت ہے جہاں والوں کے لئے۔

﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾ (الفرقان ۵۷) آپ فرمادیجئے! میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میری اجرت بس یہی ہے کہ جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کی راہ اختیار کرے۔

﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسَ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ﴾ (یوسف ۱۰۳-۱۰۴) اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں پے ہے آپ کے دل میں کیسی ہی تگی ہو، اور آپ ان سے اس پر کچھ معاوضہ تو مانگتے نہیں، یہ قرآن تو بس دنیا جہاں کے لئے ایک نصیحت ہے۔

﴿وَأَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخِرَاجٌ بِكَ خَيْرٌ وَهُوَ حَيْرٌ الْوَارِثِينَ﴾  
(المؤمنون ۷۳) یا آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو آمدنی تو آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے، اور وہ سب دینے والوں سے اچھا ہے۔

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ (الشوریٰ ۲۳)  
آپ فرمادیجئے! میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز قربت و داری کی محبت کے۔

﴿وَأَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرُومٍ مُّقْتَلُونَ﴾ (الہکم ۳۶) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے دبے جاتے ہیں۔

(۲۶) طبعاتی کبر و نخوت پر ضرب کاری  
سردارانِ قریش کو آپ پر یہ اعتراض بھی تھا کہ آپ کے ارد گرد رہنے والے اور آپ

کے مصاحب و ہم پیش لوگ قوم کے کمزور و پست طبقہ کے لوگ اور غلام تھے، وہ مسلمانوں کو عذت بھی دیا کرتے تھے، ان کی خستہ حالی اور غربت کا مذاق اڑاتے تھے، بلکہ ان کی سادہ بشری کمزوریوں کو بھی موضوعِ سخن بناتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ یہ دین اگر بہتر ہو تو بھلا قوم کے اشراف اسے کیوں نہ قبول کرتے اور چند ماہہ یا تجربہ کار پارسندہ لوگ ہی اسے کیوں قبول کرتے، اس پر خریب استدلال کا سہارا لے کر وہ عامۂ امت اس کو بہکایا کرتے تھے۔ وہ دوسروں کو بے عقل اور خود کو با عقل سمجھ کر یہ کہتے تھے کہ حق کو با عقل پہلے قبول کرتا ہے، ہمارا اسے قبول نہ کرنا اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے، اصل یہ ان کا کبر تھا، کبر عقل انسانی کو سوخ کر دیتا ہے، منکر اپنے عقل و عقل کو معیارِ غیر و شر باور کرنے لگتا ہے اور دوسروں کو احمق سمجھتا ہے، ردِ زمانے مکہ اپنے عدم قبولِ ایمان کو اسی لئے پیغام محمدی کے کذب و بطلان کی برہان سمجھ رہے تھے۔

وہ جن عقل مسلمانوں کو ذلیل قرار دے رہے تھے ان میں حضرت بلال حبشی، حضرت صہیب رضی، عمار بن یاسر، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، عبداللہ بن مسعود، مقداد بن عمرو، خباب بن اد، رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے اہل طین شامل تھے، امام ابن جریر طبری کی روایت کے مطابق کفار نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک ہو کر باتیں سننے اور غور کرنے کی یہ شرط بھی لگائی تھی کہ کمزور مسلمانوں کو مجلس سے باہر کیا جائے، (۱) قرآن کریم میں متعدد آیات میں کفار کی ان بے ہودہ باتوں اور شرطوں کا ذکر ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غرہ مسلمین سے ہمہ وقت مشک رہنے کی تاکید کی گئی ہے، اور طبقاتی کبر و نخوت پر ضرب کاری لگائی گئی ہے۔

فرہ یا گیاہ ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالعبداء والعشى يريدون

وحہ ما علیہ من حسابہم من شیئ وما من حسابک علیہم من شیئ  
 فتنطردہم فتکون من الظالمین وكذلك فتنا بعضہم ببعض ليقولوا  
 أهولاء من اللہ عیبہم من بیننا ألیس اللہ بأعلم بالشاکرین؟ (الانعام  
 ۵۳: ۵۲) اور آپ ان لوگوں کو نہ نکالنے جو اپنے پروردگار کو معبود سمجھتے ہیں خاص  
 اسی کی رضا کا قصد کرتے ہوئے، آپ کے زمانہ کا حساب ذرا بھی نہیں اور نہ ان کے  
 ذمہ آپ کا ذرا بھی حساب ہے جس سے آپ انہیں نہ نکالیں اور جس سے آپ کا شمار  
 بے انصافوں میں ہو جائے اور اسی طرح ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعہ  
 سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے جس سے یہ لوگ کہیں گے کہ کیا نبی لوگ ہمارے درمیان  
 میں سے ہیں جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے کی اللہ شکر گزاروں سے خوب واقف نہیں؟

﴿واصر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون  
 وجهه ولا تعد عینک عنهم﴾ (الکہف ۲۸) اور آپ اپنے دل کو ان لوگوں کی  
 معیت پر مطمئن کر دیجئے جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے  
 ہیں اور ان سے ہرگز لگاؤ نہ پھیریں۔ سورۃ الاحقاف میں فرمایا گیا ﴿وقال الذین  
 کفروا للذین آمنوا ان لو کثر خیرا ما سبقونا الیہ و ان لا یفتدواہ  
 فسیقولون ہذا افک قدیم﴾ اور یہ کافر ایمان والوں کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ  
 اگر یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے بہت نہ کرتے اور جب ان  
 لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے۔

(۲۷) میں تمہارے معبودوں کا پرستار نہیں

اسود بن عبد المطلب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عامر بن وائل نے رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دورانِ طواف ملاقات کی اور اس بات پر منہ ہست کی دعوت دی  
 کہ ایک سال مسکن بنوں کی پوجا کی کریں اور ایک سال کافر مسلمانوں کے معبود کی  
 عبادت کریں، (۱) بعض روایات کے بموجب کافروں نے یہ تجویز بھی رکھی کہ  
 آپ صرف ہمارے بنوں کو ہاتھ لگا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے سکیں گے، اس طرح کی  
 تمام باطل تجویزوں کا بڑے ذوق و مصاحبت کے ساتھ رد و دورہ کافروں میں کر دیا گیا  
 ہے ﴿قل یا ایہا الکافرون لا أعبد ما تعبدون ولا أنتم عابدون ما  
 أعبد ولا أنا عابد ما عبدتم ولا أنتم عابدون ما أعبد لکم دینکم ولی  
 دینی﴾ آپ فرما دیجئے اے کافروں میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم  
 میرے معبود کی پرستش کرتے ہو، اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم  
 میرے معبود کی پرستش کرے گے ہم کو تمہارا بدلہ ملے گا، اور تمہارے کو میرا بدلہ ملے گا۔

نیز فرمایا ﴿واں کذبون فقل لی عملی ولکم عملکم، اقم ہر یون  
 معاً اعمل وانما برئ ما تعبدون﴾ (یونس ۳۱) اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے رہیں تو  
 آپ کہہ دیجئے کہ میرا کیا میرے لئے اور تمہارا کیا تمہارے لئے، تم میرے لئے ہوئے  
 سے بری الذمہ ہو اور میں تمہارے لئے ہوئے کا جواب دہ نہیں ہوں۔

(۲۸) قرآن کی زبان فصیح عربی ہے

مکہ میں ابن ابی حنیفہ نامی شخص کا ایک رومی عیسائی غلام تھا جس کا نام "جبر" تھا،  
 مردہ کے پاس اس کی دکان تھی، وہ انجیل سے واقف تھا، آپ کی باتیں تو جبر سے سنتا تھا،  
 آپ بھی سمجھا اس کے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے، اس پر کافروں نے یہ شور مچا کر شروع

نیز غیر قرآنی سورۃ کافران، عیسائی ملاقات ان کے پاس

کر دیا کہ محمدؐ اس سے سکھ کر باتیں کرتے ہیں، اور قرآن کا کلام اسی کا بنایا ہوا ہوتا ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ یہ ایک شمشیر ساز تھا، (۱) قرآن کریم میں اس کا بیان آیا ہے ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِينَ يَلْحَدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِي وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مِّبِينٌ﴾ (نمل ۱۰۳) ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ انھیں تو ایک آدمی سکھاتا ہے، حالانکہ جس شخص کی طرف اس کی ناحق نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ کلام تو فصیح عربی زبان ہے۔

(۲۹) دشمن رسولؐ بے نام و نشان ہے

مکہ کے رؤساء خصوصاً حاص بن وائل سہمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں لوگوں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ بھی کہا کہ محمدؐ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے، ان کے بعد کوئی ان کا نام لیا تو بھی نہ رہ جائے گا اور یہ دین آپؐ سے آپؐ مٹ جائیگا، بلکہ ابن ہشمتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اور حضرت قاسم کی وفات پر خوشیاں منائی تھیں اور کہا تھا کہ آج محمدؐ کی جڑ کٹ گئی، ان کا کوئی قائم مقام نہ ہوگا، سورہ کوثرؑ کی ایک آیت میں اسکا جواب دے کر ان دل شکن جہالت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے فرمایا کہ ﴿إِن شَاءَ اللَّهُ هُوَ الْاٰخِرُ﴾ (الکوثر ۳) بے شک آپؐ کا دشمن بے نام و نشان اور جڑ کٹا ہے۔ یہ ایک بیشین کوئی تھی کہ آپؐ کے مخالف بے نام و نشان ہو جائیں گے، ان کی جڑ کٹ جائے گی اور آپؐ کے امتی ہر طرف پھیل جائیں گے اور ان کو غلبہ عطا ہوگا، یہ بیشین کوئی حرف بحرف صادق ہوئی۔

آیت اللہ العظمیٰ والید المصنوع النبیوی

(۳۰) رسولؐ کا انسان ہونا ہی موزوں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر و کوجہت اسلام دی تو ان میں سے بعض سربراہان و وہ لوگوں نے (جن میں عبداللہ بن ابی نصر بن حارث اور غیل بن خالد کا نام آتا ہے) یہ مطالبہ کیا کہ آپؐ آسمان سے ایک کتاب لائیں اور آپؐ کے ہمراہ چار فرشتے ہوں جو اس کے کتاب الہی اور آپؐ کے رسول خدا ہونے کی گواہی دیں، اور ہم یہ سن اور دیکھ لیں تب ہم آپؐ پر ایمان لائیں گے، قرآن اس کا جواب دیتا ہے ﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فَرِطَاسًا فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ وَقَالُوا لَوْلَا اَنْزَلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقَصٰى اَمْرُنَا لَاطْعٰوْنَ وَاَوْسٰوْنَ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَحَلًا وَلَلْنَسَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْعَنُوْنَ﴾ (الاحقاف ۹۷) اگر ہم آپؐ پر کوئی کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب بھی اتار دیتے تو یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ بھی لیتے تب بھی منکرین حق بھی کہتے کہ یہ صریح جادو ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نئی ہوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا، اگر کہیں ہم نے کوئی فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک کبھی کاغذ نہ ہو چکا ہوتا پھر ان کو کوئی بہت نہ دی جاتی، اور اگر ہم فرشتے کو اتارتے تب بھی اسے نہائی شکل ہی میں اتارتے تو اس پر بھی وہی شبہ کرتے جو اب کر رہے ہیں، سورہ بقرہ میں فرمایا گیا ﴿وَإِن كُنْتُمْ لَو كُنتُمْ فِيْ اَرَضٍ مَّلَاۤئِكَةً يَّمْسُحُوْنَ سَمْعٰتِهِمْ لِنَزْلٰتِنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلٰٓئِكَةً سَوٰٓا۟﴾ (آیت ۹۵) آپؐ فرمادیتے کہ اگر زمین میں فرشتے زمین سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو ان کے لئے بھیجنا کر بھیجتے۔ مگر ظاہر ہے کہ رسالت کے کام کے لئے انسان سے زیادہ موزوں اور کون ہو سکتا تھا؟

## (۳۱) مذاق اڑا یہ جانا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مکررین مخالفین کی جانب سے آپ کا مذاق اڑایا جاتا اور غصے کے پتے اس کا ذکر قرآن میں آیا ﴿وَلَقَدْ اسْتَهْزَئُوا بِرَسُولِكَ مِنْ قَبْلِكَ فَحَمَلْنَا بِالْهَدِيدِ مِنْهُمْ مَذَاجًا وَابًا يَسْتَهْزِئُونَ﴾ (الانعام: ۱۰) اور آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کے ساتھ مستحق کیا پھر ان لوگوں کو جو ان کی ہنسی اڑاتے تھے اسی عذاب نے آگیر جس پر وہ مستحق کیا کرتے تھے۔

(۳۲) تمام معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبود کی بندگی

حضورؐ کے ہم عصر تمام حضرت ابوطالب کے مرض الوقت میں قریش کے معززین آپ کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لئے ان کے پاس آئے، اور ان سے مجھ کو سمجھانے اور بتوں کی خدمت سے روکنے کا بندہ دروڑ مطالب کیا، حضورؐ کو بلوایا گیا، بات رکھی گئی، آپؐ نے فرمایا: میں تو تمہارے سامنے ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں جسے اگر تم کہہ دو اور مان لو تو پورا عرب تمہارا تاج فرمان اور پورا عجم سرگرم ہو جائے، اس پر ابو جہل نے کہا کہ ہم ایسا ایک نہیں دے سکتے کہہ دو، آپؐ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ کہہ دو اور اپنے معبودان باطل سے دستکش ہو جاؤ، اس پر وہ لوگ بھڑک اٹھے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک کے پابند ہو جائیں، یہ عجیب کام ہم سے نہ ہو سکتے گا۔ محمد بن اسحاق وغیرہ نے اس واقعہ کا ذکر ابوطالب کے مرض الوقت میں کیا ہے، مفسر ابن کثیر نے اسے نقل کیا ہے، جب کہ ابن سعد نے اسے دعوت اسلامی کے ابتدائی دور کا واقعہ قرار دیا ہے، صہب کثاف بخاری اور مفسر رازی نے یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے واقعہ عجیب کے رد عمل کے طور پر ذکر کیا ہے، بہر حال اس واقعہ پر

سورہ س کی آیات تھیں، ﴿ص وَالْقُرْآنَ ذِي الذِّكْرِ﴾ الذکر دل الذی کفر وہا فی عسرة و شقاق کم اهلکنما من قتلهم من قرن فنادوا ولات حیص ماص و عجبوا ان جاءهم منذر منهم و قل الکافرون هذا ساحر کذاب ا جعل الالهة الہا و احدا ان هذا الشیخ عجاب و انطلق العدل منهم ان امشوا و اصبروا علی آلهتکم ان هذا الشیخ یراد ما سمعنا بهذا فی العلة الآخرة ان هذا الا اخلاق و انزل علیہ الذکر من بیننا بل ہم فی شک من ذکرہ بل لما ینذروا عذابکم (ص ۸۱) قسم ہے نصیحت سے بڑے قرآن کی، بلکہ کفار سخت تعصب اور سختی لغت میں جتا ہیں، ان سے پہلے ہم کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں تو انھوں نے بڑی ہائے نیکار کی عمر وہ وقت خلاصی کا نہیں ہوتا، ان کو اس بات پر برا تعجب ہوا کہ ان کے پاس خود انھیں میں سے ایک ڈرامے والا آگیا، اور کافر کہنے لگے کہ یہ سحر اور جھوٹ ہے، کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بناؤ؟ واقعی یہ تو بڑی عجیب بات ہے، دوران کے سردار یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہو، یہ کوئی مطلب کی بات لگتی ہے، ہم نے یہ بات تو سمجھنے مذہب میں نہیں سنی، یہ صرف من گھڑت بات ہے، کیا ہم میں اسی پر کھڑا الہی نازل کیا گیا؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ میری دلی کی طرف سے شک میں ہیں، بلکہ انہوں نے اب تک میرے عذاب کا فخر نہیں چکھا ہے۔

(۳۳) واقعہ معراج

ہجرت سے ایک سال قبل معراج کا واقعہ پیش آیا، آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا، یہ سفر براق پر ہوا، اس کا ذکر قرآن میں ہے، ﴿بِأَمْرٍ احَدٍ کَثِيرٍ﴾ کے مطابق

آپ کو آسمان پر لے جایا گیا، سورۃ النبی، بیت المور، جنت و جہنم سب آپ نے دیکھا، اس موقع پر امت محمدیہ پر پانچ نمازیں بھی فرض ہوئیں، پھر آپ کو نیچے بیت المقدس اور وہاں سے مکہ، یا گیا، یہ واقعہ بحالت بیداری پیش آیا قرآن میں اس کے ابتدائی حصہ کا مختصر ذکر آیا ہے ﴿سبحان الذی أسرى معده لیلًا من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذی مبارکنا حوله لعلہ من آیاتنا﴾ (نبی اسرائیل ۱) آپ کے وہ ذات جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس کوہم نے برکت عطا کی ہے لگتی تاکہ ہم اس کو اپنی قدرت کے کچھ عجائبات کا مشاہدہ کرادیں۔

﴿وما جعنا الرؤیا التي أربناك إلا فتنة للناس﴾ (نبی اسرائیل ۶۰) اور ہم نے (واقعہ معراج میں) جو کچھ آپ کو (بحالت بیداری) دکھایا اس کو ہم نے ان لوگوں کے لئے بس موجب گمراہی بنا کر رکھ دیا۔ اس آیت میں ”رؤیا“ سے مراد خواب نہیں بلکہ بیداری میں عجیب واقعہ دکھانا مراد ہے۔

سورۃ نجم میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ واقعہ آپ کی نبوت کا عظیم ترین معجزہ اور آپ کی انفرادی فضیلت و خصوصیت کا مظہر بھی ہے۔ معراج کے اسرار و حکم سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے جہۃ اللہ الہفہ میں بڑی عجیب اور عمدہ بحث کی ہے۔

(۲۳) جنوں کا سامع قرآن اور قبول اسلام

بشت محمدی سے جو مشر جنوں کو کچھ آسانی خبروں کی کن گن لگ جاتی تھی، جب آپؐ پر سلسلہ وحی کا آغاز ہوا تو یہ کن گن بند ہو گئی اور جنوں کو ”عجب طاقت“ کی مار سے آسانوں

سے بھگا جایا نہ لگا تو اس واقعہ کے سبب کی جن جن اطراف عام میں پھیلے، ان کا ایک گروہ مکہ میں مقام بطن نجد میں پہنچا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلم حائف سے غصہ نہ دہائی کے بعد اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، آپ کی حدود قرآن کی جاذب و متوثر آواز جنوں کو مسکراتی گئی، قرآن کی عظمت ان پر چھ گئی، ان کو واقعہ کا اصل سبب معلوم ہو گیا، پھر وہ ایمان سے آئے، اپنی قوم کو دعوت الیمان دی اور وہ سب ایمان لائے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ان کی آمد ایمان کی خبر ملی، پھر سورۃ الاحقاف اور سورۃ النجم کے ذکر پر آپ کو یہ معلوم ہوا، پھر جنوں کے وفود کا آپ کے پاس ہوا آئے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

قرآن میں فرمایا گیا ﴿واد صرعا إلىک نعرا من الجن یستمعون القرآن فلما حصرہ قائلوا أنصنوا فلما قضی ولو إلى قومہم یصدروں﴾ (الاحقاف ۲۹) اور جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت آپ کے پاس آئے جو قرآن سننے لگے تھے، جب وہ اس جگہ پہنچے تو انھوں نے پانچ کہا نہ خوش ہوؤ، پھر جب قرآن پڑھا چکا تو وہ خبردار کر کے ان سے کہہ کر اپنی قوم کی طرف پھرتے۔

﴿قل أوحی إلى أنه استمع مع من الجن فقالوا إنا سمعنا رآنا سمعنا یهدی إلى الرشاد فأنما ہ ولس نشرك ربہا أحد﴾ (النجم ۲۰) آپ فرمادیجئے میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے جماعت نے قرآن سنا پھر کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سننا ہے جو اور ست کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی شرک نہیں کریں گے۔

### (۳۵) رسول اللہ کے قتل کی ناپاک سازش

باشندگانِ یثرب کے تیز رفتار قبولِ اسلام سرزمینِ یثرب کی اسلامی جمعیت کا مرکز بننے کے لئے ہوا۔ یہی وہی اور مسلمان بن چکے وہاں ہجرت کرنے کے ردِ سامِ مشرکین کو انکاروں پر لا کھڑا کیا، دارالاندودہ میں ان کا عظیم اجتماعی مشورہ ہوا، طویل گفتگو اور بحث کے بعد یہ طے پایا کہ ہر قبیلہ کا ایک چند بابیہ، بہادر، حاکم و جوان عمدہ ہمارے کریم پر اجتماعی حملہ کر کے ختم کر دے، اس طرح مطالبہٴ قصاص میں بھی ذمہ نہ رہ جائے گا اور دیت کا بھی ہو جائے گی اور مسئلہ حل ہو جائے گا، رات میں یہ جماعت خانہٴ رسول کے ارد گرد بیٹھ گئی، اللہ نے اپنے نبی کو ہر وقت ہجرت کا حکم دیا اور پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا، آپ اپنے گھر سے اس طرح نکلے کہ دشمنوں کا گردہ باہر موجود تھا مگر اللہ نے ان کی بیانیہ اتنی دیر کے لئے ختم کر دی، اور وہ آپ کو دیکھ نہ سکے، آپ حضرت صدیق اکبر کے ہمراہ غارِ ثور آئے، پھر سرورِ روزِ قیام کے بعد سفر شروع کیا اور مدینہ پہنچ گئے، قرآنِ سیرت کے اس واقعہ کو بیان کرتا ہے ﴿وَإِذْ يَمْكُرُكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْيَهُودُ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُجْرِيكَ فِي بَحْرِ صُورَ، وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرُورِينَ﴾ (الأنفال: ۳۰)۔ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کافر آپ کے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر دیں، یا آپ کو لاپرواہ کر دیں، وہ اپنی چالیں چل رہے تھے، اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر و مستحکم تدبیر والا ہے۔

### (۳۶) غارِ ثور کا واقعہ

سفرِ ہجرت کے آغاز کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابتداً غارِ ثور میں تین دن مقیم رہے، محتاط کرتے کرتے دشمن غار کے قریب تک آ پہنچے تھے، حضرت صدیق اکبر

دشمنوں کے پاؤں نظر آ رہے تھے، انھیں سخت خوف لاحق ہوا، ہاتھ کبھی دھنسیں دھو کر پکڑ نہیں، مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اطمینان و سکون دیدنی تھا، آپ نے حضرت ابو بکر کو تسلی دی کہ ”فکرمتم کہ وہ غم نہ کرے، اللہ ہمارے ہمراہ ہے“۔ قرآن اس کا تذکرہ کرتا ہے ﴿وَإِلَّا تَتَصَدَّقُوا فَقَدْ فَتَنَ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثُلَاثِينَ إِذْ هُمَا فِي الْعَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّا اللَّهُ مَعَ الْفَائِزِينَ اللَّهُ سَكِنَتْهُ عَلَيْهِ﴾ (التوبة: ۳۰) تم اگر نبی کی مدد نہ کر دو تو کچھ پروا نہیں، اللہ ہی کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے انہیں نکال دیا تھا، جب وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں عار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے، اس وقت اللہ نے ان پر اپنی طرف سے سکونِ قلب نازل فرما دیا۔

### (۳۷) منافقوں اور یہودیوں کی رسول و وحی

مدینہ ہجرت کے بعد منافقوں اور یہودیوں کی کینہ فطرتی سامنے آئی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت، حسد، کینہ اور بغض رکھتے تھے، بہت سے منافقوں کو ظاہری اسلام کی بدولت مالی قیمت میں حاصل کیا گیا تھا جس سے وہ خوشحال ہو گئے تھے مگر اس کے وجود ان کی دشمنی آئے دن بڑھتی ہی چارہ نہ تھی، اور وہ مسلمانوں کے ذرا بھی احسان مند نہ ہو رہے تھے، قرآن کریم اس صورتِ حال کا نقشہ کھینچتا ہے ﴿وَمَا نَقْصُوا إِلَّا أَنْ تُصْلِحَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَصْلَةٍ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكْ خَيْرٌ لَهُمْ وَإِنْ يَتُوبُوا يَعْذِبُهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَالُهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ لَا تَصِيرُ﴾ (التوبة: ۷۴) اور انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے، لہذا کر دیا تھا، تو اگر یہ توپ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر



ہو اور اگر مرد گردانی کریں تو اللہ انہیں ایک دردناک سزا دینا اور آخرت میں دے گا اور ان کا روئے زمین پر نہ کوئی پارسہ نہ دے گا۔

(۳۸) حدیث میں منافقوں کا جو

اوس و خزرج کے اکثر افراد پورے غلامی سے ملتے جلتے ہو گئے مگر ایک طبقہ اسلام پر مطمئن نہ ہو سکا، وہ اندر سے تو شرک و کفر ہی پر برقرار رہا مگر اس نے مختلف انواع و اقسام کے خفا و مصلحت کے پیش نظر اور فطرت سے ہوشیار ہو کر بظاہر اسلام کا دعویٰ کر دیا، اور درپردہ وہ یہودیوں کے ساتھ اسلام کی بیعت کئی کے لئے ساز باز کرتا رہا، اس میں سے بعض افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں استہزاء سے طور پر یہ کہتے تھے کہ آپ تو یس کا ن ہیں، یعنی جیسی کہتی ہوئی بات پر یقین کر لیتے ہیں، کانوں کے کچے ہیں، قرآن نے اس واقعہ کو بیان کیا ﴿وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذِنُونَ الْمَسِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أَدْنَىٰ قُلْ أَذْنُ حَبِيرٍ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ سَالَةٌ وَيَوْمَئِذٍ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذِنُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (التوبہ ۶۱) اور ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے، آپ فرما دیجئے کہ نرے کان تہہ رہے مجھے کو ہیں، اللہ فرما لیں کہ جسے ہیں اور مومنوں (کی باتوں) پر یقین رکھتے ہیں اور ان پر مہربانی کرتے ہیں جو تم میں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں، اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا پہنچاتے ہیں ان کے لئے عذاب دردناک ہے، اس آیت میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محض مسلمانوں کی بات سنی کچھ کرنا، اس سے بچ کر بیان کرتے ہیں، بعید دوسری باتوں کو غلط جاننے کے باوجود اپنی فطری کریمہ انسانی سے کن کرنا چاہتے ہیں، اور اس کی صراحت تکذیب نہیں فرماتے ہیں۔

غزوہٴ احد کے موقعہ پر منافقین نے یہ بات بھی کہی کہ اگر ہماری بات مانی گئی ہوگی، باہر نکل کر جنگ نہ کی گئی ہوگی تو ہم یوں نہ رہے جاتے اور بچ پاتے، اس بے بنیاد بات کا ذکر قرآن نے کیا ہے ﴿وَوَسَّاتُفًا قَدْ أَهْمَتُهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَطْنُونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يَبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كُنَّا لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا ههنا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بَيْتِهِمْ لَبَدْرٍ الَّذِينَ كَفَبُوا عَلَيْهِمُ الْقَتْلَ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ﴾ (آل عمران ۱۵۳) اور ایک گروہ وہ تھا جس کے لئے ساری اہمیت بس اپنے مفاد ہی کی تھی، وہ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے خلاف حقیقت جاہلانہ گمان کر رہا تھا، وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے، دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے آپ پر ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ بھی اختیار چلتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے، آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔

انہیں منافقوں نے غزوہٴ احزاب کے موقعہ پر کہا کہ محمد ہم سے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کر رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے کہ ہمیں کو غلبہ ہوگا، یہ سب دھوکا اور فریب ہے قرآن نے اس کا ذکر کیا ﴿وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا﴾ (الاحزاب ۱۲) وہ وقت یاد کرو جب منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا صاف صاف کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو وعدہ ہم سے کئے ہیں وہ فریب کے سوا کچھ نہیں ہیں۔

اسی غزوہ خندق کے موقعہ پر منافقوں نے بھانہ ڈھونڈا اور اللہ کے رسولؐ سے کہا کہ بنو قریظہ کا قتل کے ساتھ مل گئے ہیں اور اب ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، خطرہ میں گھر گئے ہیں، اس نے آپؐ ہمیں اپنے گھریز اور اہل و عیال کی حفاظت کی اجازت دیجئے، یہ منافقوں کا بہانہ تھا اور نہ حفاظت کے تمام انتظامات آپؐ نے فرمادیئے تھے، منافقوں کے اس طرز عمل کو قرآن نے بیان کیا ہے **وَيَقُولُونَ إِنَّا بِمُؤْمِنَةٍ عَوْدَةٍ وَمَا هِيَ إِلَّا بَيِّنَاتٌ لِّأَعْيُنِنَا** (الاحزاب ۱۳) وہ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں، دراصل یہ لوگ بھانہ بچا رہے ہیں۔

منافقین اللہ کے رسولؐ اور کلامِ الہی کا استہزاء کرتے تھے اور اس کو ہنسی اور خوش طبعی بتاتے تھے قرآن کی متعدد آیات میں ان کے اس طرز عمل کی مذمت کی گئی ہے۔

رہیں منافقین عبداللہ بن ابی سلول کی بھرپور حرکتوں کو جب قرآن نے بے نقاب کیا ہے، غزوہ بنی امیہ کے موقعہ پر اس نے رسولؐ اور مہاجرین کو ذلیل قرار دیتے ہوئے منافقوں اور انصاری صحابہ کو عزت و اعزاز دیا کہ جب رسولؐ و مہاجرین کو مدینہ سے باہر نکالنے کا عزم یا لہجہ کیا تھا، اس پر پوری سورۃ منافقین نازل ہوئی، اسی نے یہودی انصاری کے ساتھ ساز باز کی دامن کو مسلمانوں کے مقابلہ پر کسا، اپنی مدد کا وعدہ کیا مگر یہ موقعہ نہ مل سکا، ان کا ذکر سورۃ بقرہ کے دوسرے رکوع کے آغاز میں ہے۔

منافقوں کی ذہنیت، اوصاف اور اعمال کی مکمل اور جامع تصویر کشی سورۃ بقرہ کے پورے دوسرے رکوع میں کی گئی ہے، اور یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ انھوں نے استہزاء و خداع اور سرکھانوں کو اختیار کر کے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی ہے جو اس کے لئے سر اسر گھانے ہی کا سودا ہے۔

### (۳۹) یہودیوں کا انکار رسالت

بیش رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یہود بڑی شدت سے آپؐ کی آمد کے خنجر تھے، ایک انصاری صحابی کا بیان ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے جب ہم یہودیوں کو شکست دیتے تھے تو یہود کہا کرتے تھے اچھا ظہر پڑا، مغرب ایک و غیر آئے کو ہے، ہم اس کے ہمراہ آتے ہیں لڑیں گے اور تم کو قتل کریں گے، (۱) پھر جب اسلام آیا تو اسی و خزر بن نے اسے سب سے پہلے قبول کر لیا، لیکن یہودی اسلام مخالف بن گئے اور جس نبی کی آمد کے خنجر تھے اسی کی تکذیب کرنے لگے قرآن کہتا ہے **وَلَوْلِمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ** (البقرہ ۸۹) اور جب ان کے پاس ایسی کتاب پہنچی جو منجانب اللہ سے اور ان کے پاس پہلے سے موجود کتاب کی تصدیق کرتی ہے، اور وہ اس کی آمد سے قبل خود کافروں سے عیان کیا کرتے تھے، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آگئی جس کو وہ پہچان بھی گئے تو انہوں نے اسے اسٹن سے انکار کر دیا، سو خدا کی لعنت ہو سکرین پر۔

### (۴۰) معاندانہ مطالبات و سوالات

یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تو راقہ حضرت موسیٰ پر کیا رہی پوری نازل ہوئی تھی آپؐ بھی پورا قرآن ایک ساتھ پیش کیجئے تب ہم، میں گے، اس سے پہلے یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح کے یہودہ اور معاندانہ مطالبے کر چکے تھے، اللہ کو طاعت دیکھئے اور بات کرنے کا بھی مطالبہ کیا تھا، کچھ یہودی سرداروں نے آپؐ

۱۔ برتھن ہٹام باب خیر امدار یہود برسول اللہ

سے یہ پائیکش بھی کی تھی کہ آپ بھی حضرت موسیٰ کی طرح آسمان سے کھسی ہوئی کتاب  
راکس قرآن میں ان بے ہودہ کوئیوں کا ذکر اور آپ کو تپتی ہے ﴿یسألك أهل الكتاب  
أن تنزل عليهم كتابا من السماء فقد سألوا موسى أكبر من ذلك فقالوا  
أنا لله جهرة فأخذتهم الصاعقة بظلمهم﴾ (انعام ۱۵۳) آپ سے اہل  
کتاب یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ ان کے پاس آسمان سے ایک خاص نوشتہ منگوائیں تو  
انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی بات کا مطالبہ کیا تھا، اور یہ کہ تھا کہ ہم کو  
اللہ کو کھلم کھلا دکھا دو، جس پر ان کی گستاخی کی وجہ سے ان پر بجلی کی کڑک آ پڑی۔

﴿أَمْ تَرِيدُونَ أَنْ نَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَدْ لَوْ  
يَتَّبِعِلَّ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ صَلَّ سِوَاءَ السَّبِيلِ﴾ (البقرة ۱۰۸) تم تو اس کے  
آرزو مند ہو کہ اپنے رسول سے سوال کر ڈالو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے  
سوالات کئے جا چکے، اور جو بھی ایمان کے بدلے میں کفر اختیار کرے گا تو وہ بلاشبہ راج  
راست سے ہلک گیا۔

### (۴۱) حضرت جبریل سے عداوت

علمائے یہود کا ایک وفد آپ کی خدمت میں آیا اور آپ سے حضرت جبریل کے  
محقق کچھ سن کر یہ کہنے لگے کہ جبریل ہمارا دشمن ہے، ہماری قوم پر شاق احکام اسی کے  
ذریعہ آتے رہے ہیں، وہ فرشتہ غضاب ہے، رحمت لانا اس کا کام نہیں، میکائیل ہارث  
اور رحمت کا فرشتہ ہے اگر وہ وحی لاتا تو ہم دن لینے موجودہ یہودی بھی حضرت میکائیل کو  
حضرت جبریل سے برتر مانتے ہیں، (۱) جب کہ یہ نظریہ نصوح کے مخالف ہے، تمام

۱۔ قرآن الکریم، جلد ۵، ص ۵۶۱ اور تفسیر ابی جلد ۱، ص ۱۲۲ اور تفسیر ابن کثیر جلد ۱، ص ۱۲۲

ملائکہ میں سب سے افضل حضرت جبریل ہیں، قرآن میں وارد ہوا ہے ﴿قُلْ مَنْ كُنَّ  
عَدُوًّا لِلْجَبْرِئِيلِ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قُلُوبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ  
وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ مَنْ كَانِ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ  
وَمِيكَائِيلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ﴾ (البقرة ۹۷، ۹۸) آپ فرمادیجئے کہ جو کوئی  
جبریل کا دشمن ہو تو اسے معلوم ہوتا چاہئے کہ انھوں نے یہ قرآن آپ کے قلب پر بحکم الہی  
نازل کیا ہے جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور اہل ایمان کے لئے ہدایت و بشارت  
بن کر آیا ہے، جو اللہ اور اس کے فرشتوں و راس کے رسولوں، اور جبریل و میکائیل کا دشمن  
ہو تو اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔

### (۴۲) براہ راست اللہ سے ہم کلامی کا یہودہ مطالبہ

کچھ گمراہ و بد باطن یہود و نصاریٰ اور جاہل مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
یہ مطالبہ کرتے تھے کہ اگر اللہ آپ سے کلام کر سکتا ہے اور جھٹلے انبیاء سے کر چکا ہے تو ہم  
سے کیوں بات نہیں کرتا، ہم بھی تو انسان ہی ہیں، اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ سے  
کہئے کہ ہم سے براہ راست بات کرے قرآن نے اس واقعہ کو یوں ذکر کیا ہے ﴿وَقَالَ  
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ  
قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾  
(البقرة ۱۱۸) اور جنھیں علم سے بہرہ نہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے خود کیوں بات نہیں  
کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی، ایسی ہی باتیں ان سے پہلے کے لوگ بھی  
کر چکے ہیں، ان سب کے دل ایک جیسے ہیں، ہم یقین لانے والوں کے لئے نشانیاں  
صاف صاف نمایاں کر چکے ہیں۔

### (۴۳) یہودیت و عیسائیت کی دعوت

یہود و نصاریٰ مسلمانوں سے اور آپؐ سے کہتے تھے کہ ہمیں حق پر ہیں، آپؐ ہمارے مذہب کی اتباع کریں جب ہی ہدایت یاب ہو جائیں گے، وہ بھی بے ہدایت قرآنی سے متاثر ہونے کے متاد: مسلمانوں کو یہودیت و عیسائیت کی دعوت دیتے تھے اور اسے نجات و نفع کا باعث باور کرتے تھے قرآن کہتا ہے: ﴿وَقَالُوا كُذِّبُوا هَذَا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (البقرة ۱۳۵) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہودی بن جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تو راہِ یاب ہو جاؤ گے، آپؐ فرمادیجئے نہیں بلکہ سب کو چھوڑ کر ابراہیم کا طریقہ، اور ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھے، ﴿وَلَوْلَا تَرْصِيْ عَمَلُ الْيَهُودِ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مَسْتَفْتِهِمْ، قُلْ إِنْ هَدَى اللَّهُ هُوَ الْهَدَى وَلَئِنَّ الْيَهُودَ لَشَرَّ أُمَّةٍ أَعْتَبَهُمْ مَعَدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ (البقرة ۱۲۰) یہودی اور عیسائی ہرگز آپؐ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپؐ ان کے طریقے پر نہ چلنے لگیں، آپؐ صرف فرمادیجئے کہ راستہ بس ہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے، ورنہ اس علم کے بعد جو آپؐ کے پاس آچکا ہے آپؐ نے ان کی خواہش کی پیروی کی تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والی کوئی دوست اور مددگار آپؐ کے لئے نہیں ہے۔

### (۴۴) تحویل قبلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سولہ ستر ماہ تک نمازوں میں بیت المقدس کا رخ فرمایا، اس سے قبل کہ میں بھی کچھ عرصہ تک یہی قبلہ تھا، مگر پھر ہجرت کے سولہویں یا سترہویں مہینہ میں آپؐ کو تحویل قبلہ کا حکم ملا اور آپؐ کو عید اللہ کی طرف رخ

کر کے نماز ادا کرنے لگے، یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس تھا، انھیں اس حکم کو قبول سے ناگواری ہوئی، وہ پہلے سے آپؐ کے دشمن تھے، اب ان کی عداوت اور بڑھ گئی، انہوں نے آپؐ پر اعتراضات شروع کئے اور تحویل قبلہ کی وجوہات دریافت کرنے لگے، منافقین بھی ان کے متوید تھے، قرآن نے اس صورت حال کو اس طرح بیان کیا ہے: ﴿وَسَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِّلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا، وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعَ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ﴾ (البقرة ۱۴۲، ۱۴۳) بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ کس چیز نے ان کو ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ تھے ہٹا دیا؟ آپؐ فرمادیجئے کہ مشرق، مغرب سب اللہ کے ہیں، وہ جسے چاہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے، اسی طرح ہم نے تم کو ایک حائل امت بنادیا تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں، اور جس قبلہ پر آپؐ اب تک تھے اسے ہم نے یہ دیکھنے کے لئے رکھ دیا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اسے پاؤں بھرجاتا ہے۔

چنانچہ اللہ نے بیت المقدس کو اذانِ قبلہ بنا کر بت پرست کافروں کو حق پرستوں سے چھٹ دیا اور پھر کعبہ کو قبلہ دیا، بنا کر بنو اسرائیل کے منکرین کو چھٹ دیا تاکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدا نے واحد کے پرستہ رکال مؤمن ہی رہیں۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحویل قبلہ کے بعد بہت سے منافق طوائف کافر ہو گئے ورنہ کانگڑے سائے آگیا۔



گیا، ہاؤن لیس یقاتلون ماہم ظلوا و ان اللہ علی صرہم لقبر الذین احرحو من یلہوہم بعب حق إلا ان یقولوا رسا اللہ، ولولا دفع اللہ الناس بعضہم بعض لہدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یدکر فیہا اسم اللہ کثیرا و لیبصرن اللہ من یمصرہ ان اللہ لقوی عزیز، الذین ان مکنانہم فی الارض اقاموا الصلوۃ و آتوا الزکوۃ و امرؤا بالمعروف و نہوا عن المنکر و للہ عاقبہ الامور (سجہ ۳۱-۳۲) ان لوگوں کو نہ کرنے کی اجازت دیدی گئی جن سے لڑائی کی جانی ہے، اس لئے کہ ان پر ظہم ٹھہرایا گیا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے، جو اپنے گھروں سے نافرمانی کا ملے گئے صرف اتنی ہی بات پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں کا زور ایک دوسرے کے ہاتھوں ختم نہ کر داتا رہتا تو نصاریٰ کے ضلوت خاتمے، و عدوت خانے اور یہودی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے، اللہ ضرور اس کی مدد فرمائے گا، جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ قوت و ذبیہ والا ہے، یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم دیں اور عدلی سے روکیں، اور سب کاموں کا ان ہی منہ ہی کے اختیار میں ہے۔

یہ حکم چار دس آیت میں دیا گیا ہے وقتوں کو توڑ دھمکتے ہیں کہ ان کو توڑنا جائز ہے۔  
 ویسے اللہ کے لئے (۱۸۱) اور تم ان سے بڑھ کر یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی نہیں ہو سکتے۔  
 عقیدہ اور ہے اور دین کا حلقہ ہے اور دین کا حلقہ ہے۔

(۴۷) یہود بنو قینقاع کی ہٹ دھرمی

غزوہ کبدر میں مسلمانوں کی نمایاں فتح کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہ دینے کے یہودی قبیلہ "بوقیقاع" کو طاعون پھیلنے کی تمنا اسلام لے آؤ اور جس ذلت کا سامنا قریش کے کافروں نے کیا ہے وہی سامنا تم کو بھی کرنا ہوگا۔ آپ کی اس نصیحت کا منشا دراصل بوقیقاع کی وہ حرکتیں تھیں جو غزوہ بدر سے پہلے سے معاہدہ کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں موقوفہ ہو موقوفہ ہو رہی تھیں، پھر جب انہوں نے یہاں مسلمانوں کا مذاق اور مسلم عورتوں سے چھیڑ خانی شروع کر دی تو آپ نے ان کو دھمکایا اور فرمایا مگر وہ مزید اڑ گئے اور کہنے لگے کہ اے محمد اتم نے قریش کے نا تجربہ کار و نادانقت لوگوں کو بد دیا، اس سے خوش نہ ہو، وہ تو جنگ سے نا آشنا تھے، اگر ہم سے تہمت لاری لائی ہوئی تب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس مرد سے مقابلہ ہوا ہے۔ بوقیقاع کے اس واضح اعلان جنگ کے بعد مزید کچھ گستاخانہ حرکتیں بھی ہوئیں، ایک عرب عورت کے ساتھ یہودی سوار نے پتھری کی، ایک مسلمان نے سناہ پر حملہ کیا اور مار ڈالا جس کے جواب میں یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کر ڈالا، اور مسلمان کے اہل خانہ میدان میں آ گئے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقیقاع کا محاصرہ فرمایا، چند دن تک یہ محاصرہ رہا پھر بوقیقاع نے ہتھیار ڈال دیئے اور ان کو جلا وطن کر دیا گیا، یہ واقعہ شوال ۳ھ کا ہے۔ (۱) قرآن نے بوقیقاع کو جواب دیا ہے ﴿قُلْ لِلذِّينِ كَفَرُوا سَعْلٰسُوْنَ وَنَحْشٰرُوْنَ اِلٰیٰ حٰھْمَ وَنٰسِ الْمَہَادِیْ﴾ (آل عمران ۱۲۰) آپ کافروں سے فرما دیجئے کہ عذریہ تم مغلوب ہو گئے اور جہنم کی طرف اکٹھا کئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ پھر آگے ان کو غزوہ بدر اور کافروں کی شکست کا واقعہ بتا گیا ہے۔



میں قبولہم لو أنفقت ما فی الأرض جمیعاً ما ألفت میں قبولہم ولكن  
 الله آتف بیسہم وإنہ عذیر حکیم (الاحزاب ۲۳) اور اللہ نے اس کے دل  
 جوڑ دیئے، اگر آپ دنیا بھر کی چیزیں خرچ کر ڈالتے جب بھی ان کے دل نہ جوڑ پاتے  
 لیکن اللہ نے ان میں اتنا پیار کر دیا، ابدی شہادہ زبردست حکمت والا ہے۔

### (۵۰) یہود کا بغض

اوس وخرج کے مسلمانوں کے روابط وہاں کے یہودیوں سے زمانہ جاہلیت ہی  
 سے قدیم و مستحکم تھے یہ روابط اسلام کے بعد بھی مسلمانوں نے نبھائے مگر دوسری طرف  
 یہودی ان مسلمانوں سے ان کے اسلام کی وجہ سے حسد کرتے تھے، سازشیں کرتے تھے،  
 ظاہری رعب و تہمتے تھے مگر ان کے دل دشمن بن چکے تھے، ظاہری رفاقت سے وہ مسلمانوں  
 کے راز معلوم کرنا اور فتنے پر اکراتا چاہتے تھے، اسی لئے اللہ نے قرآن میں اہل اسلام کو  
 یہودیوں کی اس مکرانہ خصلت اور منافقانہ حرکت سے احتیاط کرنے کی تاکید و تحقیر فرمائی  
 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خِلَالًا  
 وَتُوا مَا عَمِلْتُمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْيَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَاتُحْفِيْ صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ  
 قَدْ نَبِئْتُ لَكُمْ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ، هَآ أَتُمُّ أَوَّلًا، تَحْنُوهُمْ وَلَا  
 يَحْتَوِيْكُمْ وَتَوْمَنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِدْلُوكُمْ قَالُوا آمَنُوا وَإِذَا خُلُوا  
 عَصَوْا عَلَيْكُمْ الْإِسْمَالِ مِنَ الْفِيْظِ قُلْ مَوْتُوا بِعِيْظِكُمْ إِنْ اللَّهَ عَلِيمٌ مُّذَاتِ  
 الصُّدُورِ﴾ (آل عمران ۱۱۸، ۱۱۹) اسے اہل ایمان بندہ اتم اپنی جماعت کے لوگوں  
 کے سو کسی کو مکرانہ دوست نہ بناؤ، کیونکہ وہ تمہارے ساتھ ہدف دہانے میں کوئی دقیقہ غمازیں  
 رکھتے، اور تمہارے دکھ پہنچنے کی آرزو رکھتے ہیں، بغض تو ان کے مومنوں سے ظاہر

ہو رہا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بڑھ کر ہے، ہم  
 انہیں صاف صاف ہدایات دی ہیں اگر تم عقل سے کام لینے والے ہو تم ایسے ہو کر  
 اس سے محبت رکھتے ہو اور یہ تم سے ذرا محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام آسمانی کتابوں پر  
 ایمان رکھتے ہو، اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، اور جب  
 انک ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف انگلیں مارے غصہ کے چبانے لگتے ہیں، آپ  
 فرمادیتے تم اپنے غصہ میں جملہ مرد و اللہ دلوں کے عقلی راز تک جاسا ہے۔

### (۵۱) رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی یہودی سازش

قبیلہ بنو عامر کے دو مقتولین کی دیت کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پیروں  
 کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے خوش اسلوبی سے باتیں کی، مگر پردہ سازش کی،  
 آپ کو دیوار کے نیچے بٹھادیا اور پورے ایک یہودی "عمر بن قحش" کو اس پر مامور  
 کر دیا کہ وہ آپ پر بھاری پتھر پھینک کر آپ کا کام تمام کر دے، آپ کو اس سازش کی  
 مناجات اللہ اطلاع مل گئی، آپ وہاں سے فوراً واپس آ گئے، اس کے علاوہ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی ناپاک سازشیں فتنہ پرور یہود نے بار بار کیا ہیں اور ہر بار ناکام  
 رہے، کعب بن اشرف یہودیوں کا اہم سردار تھا، اس نے بھی آپ کو ایک بار اپنے گھر  
 دعوت دی اور قتل کی سازش کی، مگر آپ کو پہلے ہی مناجات اللہ خبر مل گئی اور آپ دعوت میں  
 تشریف نہ لے گئے، اس طرح ان کی چال ناکام رہی، مفسران کثیر نے اس مضمون کے  
 متعدد واقعات نقل کر دیئے ہیں، سب واقعات پیش آئے ہیں اور متعدد ذیل آیت کا  
 حصد ان میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ  
 لَّا يَسْطُورُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيهِمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ



فليقتلوا كل المؤمنين ﴿ (المائدة ۱۱) اسے اہل ایمان! اپنے اوپر اللہ کے انعام کو مان کر جب ایک گروہ نے تم پر دست درازی کا ارادہ کر لیا تھا مگر اللہ نے ان کے ہاتھ تم سے اٹھنے سے روک دیئے، اور اللہ سے ڈرو، مومنوں کو اللہ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے۔

(۵۲) بنو النضیر کا انہدام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش علانیہ عہد شکنی تھی، چنانچہ حکم الہی آپؐ سے پہلو ہوا کہ تم کو دس دن کی سہلت ہے، مدینہ خالی کر دو، ورنہ تم کو قتل کر دیا جائیگا۔ منافقوں اور بعض یہودی مشرک قبائل کے اکٹھے ہونے پر بنو نضیر نے نہ جانے کا فیصلہ کیا، وہ آپؐ نے صحابہ کے ہمراہ ان کا محاصرہ کیا، ان کے درخت بھی صحابہ نے کاٹے اور جلانے لگے۔ پھر وہ تنگ آ کر خود ہی جلا وطنی پر آمادہ ہو گئے، ہتھیار لے جانے کی اجازت نہ تھی، بقیہ اپنا سب کچھ حتیٰ کہ گھر کے دروازے اور صلیبیں لے گئے، یہ واقعہ ربیع الاول ۳ھ کا ہے۔ اس واقعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا کمال کا اندازہ ہوتا ہے کہ انتقام پر بہرہ وجود قدرت کے پاؤں جو آپؐ نے یہ نئی قرآنی نازل ہوئی اور اسی واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اس میں منافقوں کے طرز عمل، وعدہ و وعید پھر دھوکا دینے کا بھی ذکر آیا ہے۔

(۵۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل

منافقین یہود بظاہر دعوئے ایمان کرتے تھے مگر در پردہ ہر نوع تحریضی مہم میں سرگرم تھے اور جاہلیت کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے قتل و قتل و قتل سے کوشاں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حدود درجہ ایک اور گھڑیاں تھیں اور الزامات لگاتے تھے، فطری طور پر اس صورت حال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کڑھتے تھے، آپ کو رنج ہوتا تھا، قرآن میں آپ کو قتل دینی گئی، مگر یقین کی گئی اور دل خشکی سے خصوصاً حنفی سے روکا گیا، دھوکا دیا گیا۔

الرسول لا یحزنک الدین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا آمنا ساعواھم ولم تؤمن قلوبھم ﴿ (المائدة ۴۱) بے اختیار! آپ کے لئے وہ لوگ باعشر رنج نہ ہوں جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی دکھا رہے ہیں، (خواہ) ان میں سے ہوں جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے۔

(۵۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت اسلام کے مطابق فیصلہ کرنے کی تاکید

یہودیوں کے سرداروں کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ کے سامنے اپنا کوئی مقدمہ رکھ کر آپ کو اپنے حق میں مقدمہ کا فیصلہ کرنے پر آمادہ کیا، یہود کے بارے میں یہ بات عام تھی کہ وہ تورات کی سخت سزاؤں کو اپنی تحریفات سے آسان بنایا کرتے تھے، پھر وہ شریعت اسلامی کے نرم و آسان احکام سے بھی قائلہ و شغفانہ تھے اور جہاں ان کو اپنے مذہب کی سزا سخت معلوم ہوتی وہاں وہ اسلامی قانون معلوم کرتے، پھر اگر قانون اسلامی ان کی خواہش نفس کے مطابق ہوتا تو مقدمہ فیصلہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ماسے ورنہ بھی آپ کو اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرنے پر آمادہ کرنا چاہتے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ﴿وَأَنْ أَحْكَمَ بَيْنَهُمْ بَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتَنُوكَ عَنْ مَعْصِ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ﴾ (المائدة ۴۹) اور ہم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے یا بھی معاملات میں اس نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عمل نہ کرنا کیجئے اور احتیاط رکھئے کہ یہ لوگ آپ کو خود کے نازل کردہ کسی حکم سے بھلا شریں اور منحرف نہ کرنے پائیں۔

(۵۵) قیامت کب آئے گی

کہہ دشرکین اور یہود و نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت

متبعین کے بارے میں سوالات کرتے تھے، متقدم صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنا ہوتا تھا، قرآن میں اس کا بار بار بیان آیا ہے، فرمایا گیا ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَسُ مَرَسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجْلِيهَا لَوْ قَتَلْتُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (الاعراف ۱۸۷) یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کو اس کے وقت پر اللہ کے سوا کوئی اور نہ ظاہر کرے گا۔

### (۵۶) یہود کا باطل عقیدہ

یہودیوں کے ایک گروہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم آپ کی پیروی کیسے کریں؟ جب کہ آپ نے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرنا چھوڑ دیا اور آپ حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا ماننے سے منکر بھی ہیں، قرآن میں ان کے اس عقیدہ کا ذکر ہے ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِيرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى النَّاصِيحُ اسْمُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَوَاهِيمٍ﴾ (التوبہ ۳۰) یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں۔

### (۵۷) قرآن کا اعجاز

قرآن کریم کتب سمجھنے، کفار و مشرکین اور ان کے ساتھ یہود و نصاریٰ اس کے اعجاز سے منکر تھے، اور قرآن کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایجاد قرار دیتے تھے، کفار نے اس کا بدنام کرنے کی بار بار کوشش کی، ورنہ اپنی عزم بھی دہرایا کہ ہم جب چاہیں قرآن کا جواب لا سکتے ہیں، قرآن میں ان کو بڑا بڑا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تین بار چیلنج کیا گیا، یہی

بار یہ کہا گیا کہ اگر تمہارے بس میں ہو تو قرآن کا جواب لاؤ، وہ کہہ گیا کہ اگر چاہے قرآن کا جواب نہیں بن پڑتا تو دس سو سو توں ہی کا جواب لے آؤ، سہ بار یہ کہا گیا کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا تو ایک ہی سورت کا جواب لے آؤ، مگر ان سے جواب نہ بن پڑا، اور سب کو سنا نہ ہو سکا، وہ آیات حسب ذیل ہیں ﴿قُلْ لِّسْنُ اجْتِمَعَتْ الْإِنْسَانِ وَالْجَنِّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كُنَّ مَعْصَمُ الْعَيْنِ طُهْرًا﴾ (ہو اسرا ایل ۸۸) آپ فرمادیجئے کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز ماننے کی کوشش کریں تو نہ لائیں گے خواہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلَ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ﴾ (الطور ۳۳) اگر یہ اپنے قول میں سچے ہیں تو اسی شان کا ایک حکام لے آئیں، ﴿قُلْ فَاسْأَلُوا عِشْرَ سُوْرٍ مِثْلَهُ مَقْتَرِيَاتٍ وَاذْعُوا مِنْ اسْتَعْطَمَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (ہود ۱۳) آپ فرمادیجئے تم اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ، اور اللہ کے سوا اور جو جوتہا ہمارے معبود ہیں سب کو مدد کے لئے بلاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿وَأِنْ كُنْتُمْ مِنْ رِيبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَعْمُوا وَلَنْ تَتَعْمَلُوا فَأْتُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أَعْدَتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ (البقرہ ۲۳، ۲۴) اگر تمہیں اس بارے میں شک ہے کہ یہ کتب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے یہ تمہاری ہے یا نہیں تو اس کے مانند ایک ہی سورت بناؤ، اور ایک اللہ کو چھوڑ کر اپنے سارے ہم نواؤں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو، لیکن اگر تم ایسا نہ کر سکے اور ہرگز نہ

کرسکے تو اس آگ سے ڈرو جس کا اندھس لوگ اور پتھر نہیں گئے جو منکرین حق کے لئے مہیا کی گئی ہے۔

(۵۸) آسانی کتاب کا انکار

کفار و یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ نے تو کسی انسان پر کوئی کتاب اتاری ہی نہیں ہے، پھر آج آپ کیسے یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، کفار نے یہ گستاخانہ بات اپنے عقیدہ کے مطابق کہی تھی جب کہ یہود نے صرف عداوت و کفر پر یہ بات کہی قرآن کہتا ہے ﴿وَقُلْ قَدَرَهُ اللَّهُ حَقَّ قَدَرِهِ إِنْ قَالُوا مَا أُنزِلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَن أَمَرَ الْكُتُبَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلْبَنِي إِسْرَٰءِيلَ أَن يَكْتُبُوا تِلْكَ الذِّكْرَ﴾ ﴿وَلَا آتَاؤُكُمْ﴾ قُلْ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي حَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ﴿الأنعام: ۹۱﴾

اور انھوں نے اللہ کو نہیں پہچانا جو اس کے پیکار کرنے کا حق تھا، جب انھوں نے یہ کہہ دیا کہ خدا نے کسی شے پر کوئی چیز نہیں اتاری، آپ فرما دیجئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جسے نیکر حضرت موسیٰ نے تھے، جو تمہارے سانوں کے لئے روشنی اور ہدایت تھی جسے تم مختلف پر دوس میں رکھتے ہو، کچھ کہتے ہو اور بہت کچھ چھپ جاتے ہو، اور تم کو وہ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے نہ وہ تمہارے باپ و دادا، آپ فرما دیجئے کہ وہ کتاب اللہ نے نازل کی تھی، پھر آپ ابھیں اپنی بے ہودگیوں میں پڑے رہنے دیجئے۔

## غزوات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۵۹) غزوہ بدر اکبری

کتب سیرت میں غزوہ بدر کی پوری تفصیلات، سبب، محرکات و عوامل، مواقع و نتائج، مضمرات سب سے بحث کی گئی ہے، لیکن ہشتم نے ۵۷ صفحات سے زائد اس غزوہ کے بیان پر صرف کیا ہے، زوال الدہ میں بھی اس کا تفصیلی بیان ہے، مختلف مصنفین سے مستقل کتابیں اس غزوہ پر تحریر کی ہیں، اور اس اہمیت کی وجہ یہی ہے کہ یہ اسلام کا پیدا فیصلہ کن معرکہ تھا جس میں حق اور باطل کا فرق نمایاں ہو کر سامنے آیا، اسی نے قرآن نے بھی اس کو عظیم الفراق سے تیسر کر دیا ہے، غزوہ کی پوری روداد اور تفصیل کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے، ہم اس کے بعض وہ اہم اجزاء مختصر اذکر کریں گے جن کا حوالہ قرآن میں آیا ہے۔

غزوہ کا اصل پس منظر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو سفیان (جو اس وقت کافر لوں کے اہم سردار تھے) کے قائد تجارت کی شام سے واپسی کی خبر ملی کفار کی عداوتوں اور حکموں کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قائد پر حملہ کر دیا اور فرمایا: آپ نے صحابہ کو اس کے مقابلہ پر بلادیا، دوسری طرف ابو سفیان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجوزہ حملہ کی کچھ نہ مکن پر کاربند قاصد مکہ بھیج دیا، چنانچہ قریش جنگ کی تیاری سے لیس ہو کر چل پڑے، ابو سفیان ساحلی راستہ سے بچتا ہی تامل کر گیا، اب جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قائد تجارت کے صبح پانے پر درکنار کی سبب افواج کے جنگ کے لئے مکہ سے نکل پڑنے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، عام طور پر صحابہ (انصار و مہاجرین) نے خوش دلی سے لبیک کہا، اور پھر لشکر اسلامی بھی مدینہ سے روانہ ہو گیا،

قرآن نے تبارکی قافلہ کو حفظ "عیر" سے اور کفار کی فوج کو "تغیر" سے تعبیر کیا ہے۔  
فرمایا گیا ﴿وَرَادَّ يَعْذِبُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَمْهَالَكُمُ وَأَتُودُونَ أُنْ عَمِيرِ  
ذَاتِ الشُّوْكَةِ نَكُونَ لَكُمْ وَرِيدَ اللَّهِ أَنْ يَحِقَّ الْحَقُّ بِكُلِّ مَنَّا وَيُقَطَعَ دَابِرُ  
الْكَافِرِينَ﴾ (الانفال ۷) اور وہ وقت یہ ذکر جب اللہ تم سے دو جہنمتوں (قافلہ  
تجارت اور لشکر کفار) میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ آجے گی اور تم  
اس نما میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (قافلہ تجارت) تمہارے ساتھ جائے، اور اللہ کو یہ  
منظور تھا کہ اپنے حکام سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور کافروں کی جزا کا دے۔

بعض مسلمان ابتداء میں فوج کفار سے قتال سے کچھ الجھجھک رہے تھے جس کی طرف  
اشارہ ﴿وَأُولَئِكَ مِنَ الْعُقُمِينَ﴾ لکاردھوں (مسلمانوں کی ایک جماعت اس  
کو گراں سمجھ رہی تھی) سے کیا گیا ہے، اور نہ عموماً تم صبی پہ تیار تھے، اور انصار صحابہ نے  
خصوصاً حضرت مقداد بن عمرو اور سعد بن معاذؓ نے بڑی غیرت ایمانی کا ثبوت دیا تھا،  
اور اسی غرور کے موقع پر من چاہتے تھے چند باتوں کا حکم دیا گیا تھا جن میں فریق مخالف  
کے سامنے جواز، استحقاق، بکثرت ذکر ایمانی، اطاعت خدا اور رسول، صبر کی تلقین اور انکار  
خدا اور یہ اسے انتہاب کی تاکید شامل ہے۔

(ملاحظہ ہو آیت ۲۵/۳۴ سورۃ الانفال)

### (۶۰) قدرت خداوندی ہی اصل ہے

غزوہ بدر کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ "خدا دیا تیرے  
جھٹلانے والے کفار قریش منکبرانہ کڑے ہوئے مقابلہ پر آئے ہیں تو اپنے وعدہ و وعظ کو  
جدد از حد مکمل فرمادے، چنانچہ پھر حضرت جبریلؑ کے کہنے کے مطابق آپؐ نے مٹی یا  
سنگری یا ریت کی ایک مٹھی سے کہ کفار کی فوج کی جانب پھینکی، اس کے ریزے ہر مشرک

کی تحفوں میں جا کر گھس گئے، پھر چری فوج میں بڑ بولنگ مچ گئی، سب بھاگنے لگے اور  
انہیں شست ہوئی، (۱) یہ ایک نئی خدا کی مدد تھی، قرآن نے اس کی طرف مختصر اشارہ  
کرتے یہ درس دیا کہ یہ قدرت خدا کی مدد کا نتیجہ تھا کہ صرف انسانی محنت کا، اس لئے  
اپنے عمل پر فخر کا کوئی سوا تھ نہیں، سنگری یا مٹی کو آپؐ نے پھینکی لیکن ہر دشمن کی آنکھوں میں  
اس کے ریزوں کا گھٹا اور پھر حوسہ پست کر دینا اور شکست دینا قدرت خداوندی کے سوا  
اور کچھ نہیں، سو کہ قرآن کہتا ہے ﴿وَسَارِمِيتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى  
وَالْمَسْلَى الْعُزْمِينَ مِمَّا مَلَاحِسًا﴾ (انفال ۱۷) اور آپؐ نے جب خاک کی  
مٹی پھینکی تو وہ آپؐ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تاکہ ایمان والوں کی اپنی طرف سے  
خوب اچھی طرح آزمائش کر لے۔

### (۶۱) فتح کی خوشخبری اور فرشتوں کی نصرت

میرا ان جنگ میں مٹھوں کی، سنگی کے بعد آپؐ اپنی جمہور پیڑی میں تشریف لائے اور  
دعا میں مصروف ہو گئے، آپؐ نے اللہ سے گریہ و راری کرتے ہوئے عرض کیا ﴿اللَّهُمَّ  
إِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعَصَابَةَ لَا تَعِدْ مَعْدَهُ هِيَ الْأَرْضُ، اللَّهُمَّ أَنْحِزْنِي مَا  
وَعَدْتَنِي، اللَّهُمَّ نَصْرُكَ﴾ (خدا یا اگر خدا مٹھوں کی یہ جمہور ہی جماعت آج ہوا کہ  
ہوگی تو پھر روئے زمین پر تیری مٹی عبادت نہ ہوگی، خدا یا جو وعدہ مجھ سے کیا ہے اسے  
پورا فرما دے، تیری مدد کی حاجت ہے) دھری دھری ہوری تھی دوسری طرف خداوند قدوس  
اپنے منہ سے فرمایا ﴿وَقَدْ أَهَىٰ مَعَكُمْ فَتَبَتُوا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ فِي قُلُوبِ  
الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبُ﴾ (انفال ۱۳) کہ میں تمہارے ہمراہ ہوں، تم اہل ایمان کو

یہ تعبیر بھی ہو، معلوم ہو چکا ہے۔

ثابت قدم رکھو، میں ابھی کافروں کے دوس میں دعب ڈالے دیتا ہوں، پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی آئی ﴿إِنِّي أَنزَلْتُ إِلَيْكَ الذِّكْرَ عَلَاقًا مِّنْ أَمَلٍ شَدِيدٍ﴾ (الحال ۹) میں تمہاری مدد کے لئے پھر ہے، ایک ہزار فرشتے بھیج رہے ہوں، غزوہ بدر کے تذکرہ کے ذیل میں سورہ آل عمران میں تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتوں کی تعداد ذکر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً ایک ہزار فرشتوں کی ہدایت کا وعدہ ہوا، پھر دشمن کی مزید فوجوں کی آمد کی خبر سے مسلمانوں کو جو پریشانی ہوئی اس کے زوال کے لئے تین ہزار کا وعدہ ہوا، پھر صبر و تقویٰ اور دشمن کی یکپارگی حملہ کی شرطوں کے ساتھ پانچ ہزار کا وعدہ ہوا، بہر حال فرشتوں کے ذریعہ دعائی گئی اور قرآن کے بقول ﴿وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا مَشْرَىٰ لَّكُمْ وَلِتُطْمَئِنُّ قُلُوبُكُمْ بِهِ﴾ (یہ مدد محض اس لئے کی کہ تمہارے لئے خیر و فتح کی بشارت ہو، اور تمہارے دلوں کو اس سے قرار آئے، آل عمران ۱۲۶) یہ مدد میدان جنگ فتح کرانے کے لئے نہیں تھی ورنہ ایک ہی فرشتہ کافی ہو جاتا، بلکہ مسلمانوں کے دلوں کی تقویت و تسلی کے لئے اور فتح کی خوشخبری دینے کے تھی۔ پانچ ہزار مسلمانوں کی فتح سمیٹ ہوئی قرآن نے اس کو بیان کیا ﴿وَلَقَدْ مَصْرَكُمُ اللَّهُ بِيَدِهِ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَهَاتُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (آل عمران ۱۲۳) ورنہ اللہ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی تھی اور اس وقت بھی تم پہ سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر کرو۔

(۶۲) اسیرانیا بدر کا معاملہ

غزوہ بدر میں اہل حق کی برطلاح ہوئی، کفار کے سردار و جنم رسید ہوئے اور ستر قید کئے گئے، قیدیوں کو مدینہ لایا گیا، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھ حسن معاملہ کا حکم فرمایا، یہی ہے اس حکم پر عمل کی جاتی کہ خود مجبوروں پر گنہگار کر لیا مگر قیدیوں

کو کھانا کھلایا اور آسودہ کیا، قیدیوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اعز و یحیٰ تھے مگر کوئی امتیازی برتاؤ ان کے ہمراہ نہیں ہوا، ان کا برصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ چونکہ یہ مجرمین جہنم کو جھلاتے تھے اس لئے ان کی سزا آگ ہی کی ہونی چاہئے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کی جائیں اور اس میں ان کو جودیا جائے، اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق (جو اہم الامۃ کہلاتے ہیں) کی نرم دلی کا ظہور ہوا، ان کی رائے یہ تھی کہ مجرموں کو قید سے لے کر سزا کر دیا جائے، یہ اسلام کے نئے قوت و طاقت کی بات ہوگی، مجرموں کو قتل نہ کیا جائے، اس رائے کی اکثر حضرات نے تائید بھی کی مگر حضرت عمرؓ جو شدت فی دین اللہ کے وصف میں ممتاز تھے نے اس رائے کی شدید مخالفت کرتے ہوئے تمام مجرموں کو یکسر جہنم سپرد کرنے کا مطالبہ کیا کہ یہ کفار کے پیشوا اور سربراہ و رہبر لوگ ہیں، یہ دعوت اسلامی کے راستہ کی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، اس لئے ان ضروری ہے کہ اسلام کا راستہ محفوظ رہے اس لئے ان کو جہنم سپرد کیا جائے اور دعوت اسلامی کا شہر جہنم کی رکاوٹوں و خطرات سے دور رہے کہ نہایت اطمینان و سکون سے انجام دیا جائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی سے ان آراء کا جائزہ لینے کے بعد جو فیصلہ صادر فرمایا اس میں حضرت ابو بکر کی رائے قابل ترجیح قرار پائی، مگر یہ فیصلہ پھر دو گنا الہی سے بدل کر حضرت عمرؓ کی رائے کو حق میں دوبارہ ظاہر ہوا، قرآن میں ہے ﴿مَا كَانَ لِمَنْ أَسْرَىٰ أَنْ يَكُونَ لَهُ أُسْرَىٰ ۚ هِيَ أَرْحَمُ مِنْ أُسْرَىٰ ۚ وَكَانَ عَرْضُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَوْمَ الذِّكْرِ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ عَصَاكَ أَلْمَنُوا ۚ﴾ (الاحال ۶۷) سق لستکم فیما أخذتم عذاب عظیم﴾ (الاحال ۶۷) کسی غنیمت کے لئے یہ نہ جانتیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین

میں دشمنوں کو اچھی طرح نکل دے، تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو حالانکہ اللہ کے جیشِ نفرتِ خیرت ہے اور اللہ غائب و عظیم ہے، اگر اللہ کاوشہ پیسے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم لوگوں نے لیا ہے کسی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی۔

سورۃ انفال کی آیات سے صریحاً جنگی قیدیوں کے بارے میں حکمِ شریعت واضح نہیں ہوتا، یہاں صرف مذہبی لیکر اسیرین ہر کی رہائی پر عتاب ہوا ہے، سورۃ محمد کی آیت ۴، میں مذہب سے کر یا لاء اللہ یہ چھوڑنے کا اہقیر مذکور ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ بات سیدہ معقوبہؓ ہے کہ سورۃ انفال میں موجود عتاب کی وجہ یہ ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لئے رہائی کا مناسب تھی جب کہ بعد میں اسلام کی شوکت اور اہل اسلام کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے جازت مل گئی، امام المسلمین کو نعمتی اعتبار سے جنگی اسیروں کے بارے میں قتل، استرقاق (غلام بنانے) قتل، یہ، بلحاظ معاوضہ آزاد کرنے کے چاروں اختیارات حاصل ہیں جنہیں وہ مسلمانوں کے حالات و ضروریات کے لی کا سے عملی شکل دے سکتا ہے، ہاں، حادثے کے بعد جب قیدیوں کے قتل کا حکم خاص حالات میں ہے جب کہ قیدی کسی ایسے عین جنگی جرم کا مرتکب ہو جس کی سزا قتل سے کم نہ ہو۔ اس سلسلہ کی مزید تفصیلات کتب فقہ و تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

### (۶۳) غزوہ بدر کا مالِ غنیمت

غزوہ بدر میں فتحِ نبویؐ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام بدر میں تین روز مقیم رہے، اسی دوران مالِ غنیمت کی تقسیم و استحقاق کا مسئلہ سامنے آیا، کفار کو شکست دینے کے بعد مسلمانوں کا ایک گروہ دشمن کے حاقب میں لگا رہا تھا تاکہ دشمن پھر واپس نہ آ سکے اب اس گروہ نے اپنے کو مالِ غنیمت کا سب سے بڑا مستحق قرار دیا، کیونکہ انھوں نے

دشمنوں کو پسا کر کے دوسروں کو مالِ غنیمت اکٹھا کرنے کا موقع فراہم کیا، مسلمانوں کا دوسرا گروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں تھا تاکہ دشمن کسی طرف سے خفیہ کارروائی نہ کر سکے، اب اس گروہ نے اپنا استحقاق ثابت کیا کیونکہ یہ حفاظتِ رسول کا اہم ترین کام کر رہا تھا، ایک گروہ جو مالِ غنیمت جمع کر چکا تھا اس نے کہا کہ مالِ ہم نے اکٹھا کیا ہے اس لئے اس کے اولین مستحق ہم ہیں، صحابہ کرام کا یہ اختلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اس پر قرآنی حکم نازل ہوا جس کے مطابق اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا مالِ شریکہ بدر میں برابر سراسر تقسیم فرمادیا، (۱) قرآن میں وارد ہوا ہے "یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ، فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ" (الأنفال ۱) لوگ آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ مالِ غنیمت دراصل اللہ اور اس کے رسول کا ہے، پس اگر تم مؤمن ہو تو اللہ سے ڈرو، اپنا آپس کا معاملہ درست رکھو اور اللہ و رسول کی طاعت میں سرگرم ہو جاؤ۔



## غزوہ احد

(۶۳) صف بندی و ترتیب

شوال ۳ھ میں بدر کی ہزیمت کے انتقام کے لئے ۳۳ ہزار کے لاکھ لشکر کے ساتھ کفار مکہ مدینہ پر حملے کے ارادہ سے نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، آپ کی رائے یہ تھی کہ اہل اسلام مدینہ ہی میں رہیں، ان خود کا فروں کو نہ چھیڑیں، ہاں اگر کچھ رخصت اور ہوں تو پھر جوانی کا ردوائی کی جائے، غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکتے والے بعض بڑے جوش صحابہ کی رائے باہر نکل کر مقابلہ کی تھی، عبداللہ بن ابی منافق اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤید تھا، صحابہ کی باہمی گفتگو کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اندر جا کر رہ پکڑی اور باہر آئے، آپ باہر مقابلہ کے خواہاں صحابہ کو دعوت دے ہوئی کہ ہماری وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہی ہوگی، اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ جا چاہیں تو اندر ہی رہ کر مقابلہ کیا جائے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ ہونے کے بعد جنگ سے قبل ہتھیار رخصت کرنا نبی کے شہینہ شان نہیں، چنانچہ مسیحہ بن نضیر کو ہاتھ بیل احد کی وادی میں فرست دیا، آپ نے اپنی پشت احد کی طرف کی اور پھر خود نبی کا قاعدہ سے صفوں کو مرتب کیا، حضرت مصعب بن عمیر کو علم دیا، حضرت عبداللہ بن جبیر کو چپاس تیر اندازوں کے ساتھ پشت کی جانب نید پر حفاظت کا کام سونپا اور ان سے فرمایا ”کہ تیر اندازی سے شہسواروں کی جیش قندی روکوار، انھیں ہماری پشت پر نہ آنے دو، ہارنے والوں کی فتح و شکست سے کوئی تعلق نہ رکھو اور اپنی جگہ سے نہ ہٹو“ یہ بے انتہہ حکیمانہ اقدام تھا اور بعد میں انھیں تیر اندازوں کی بے حیاشی

سے مسلمانوں کو غزوہ احد میں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو یہ بھی حکم دیا کہ بغیر اجازت کے کوئی جنگ کا آغاز نہ کرے۔ قرآن نے اسی صف بندی کا منظر یوں بیان کیا ہے: **وإِذْ عَدُوٌّ مِنْ أَهْلِكَ تَمَوَّيْتُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ الْقِتَالِ، وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ** (آل عمران ۱۶۱) یا دیکھئے اس وقت کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے تھے اور زانی کے سنے مسلمانوں کو باہر پریش رہے تھے، اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

(۶۵) منافقین کی غداری

غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزاری جمعیت کے ساتھ مدینہ سے نکلے، عبداللہ بن ابی ریحس لمنافقین مدینہ کے اندر ہی رہ کر جنگ کا مؤید تھا، اب اسے موقع مل گیا اور وہ اپنے ایک قبائلی لشکر یعنی ۳۰۰ آدمیوں کو لے کر مقام ”شوط“ سے یہ کہتا رہا: ”بس ہو گیا کہ میری بات تو مانی نہیں گئی، ہم باہر اپنی جان کیوں گنہ گیں“ عبداللہ بن ابی ریحس کا قبیلہ بنی قریظہ تھا، اس کا یہ مقصد تھیں کہ قریظہ قبیلہ سے کہ غزوہ احد سے تعلق رکھنے والا قبیلہ ہے، اور اس کا قبیلہ بنی زہرہ دونوں میدان میں آج بھی کارواں لے کر جاتے تھے مگر تھیں نہ جاتے، یہ منافقوں کی مراءت تھی، ان کی سازش باہر ہو گئی، ”سیدہ“ ہمارے بارے میں قرآن کو یہ ہے: **وَإِذْ هَمَّتْ طَلَسَاتُ غَتَالِ مَكَمَلِ أَنْ تَفْتَتِلَا وَاللَّهُ وَابِعُهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ** (آل عمران ۱۶۴) یہ تم میں سے دو جماعتوں نے ہمت ہارنے کا ارادہ کیا تھا، حالانکہ اللہ ان کی مدد کو آتا تھا، اور یہ دونوں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہتے۔

منافقین کے اس فیصلہ پر صبح بیس سے بعض نے ان کو سمجھایا بھی مگر وہ نہ مانے بلکہ یہ کہا کہ ہم کو جنگ نہ ہونے کا یقین ہے ورنہ ہم ضرور چلتے قرآن اس واقعہ کو اپنے منہ سے پڑھ کر یہ بیان میں یوں ذکر کرتا ہے ﴿وَلِيُعْلَمَ الَّذِينَ سَاقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْ فَيُقَاتِلْ أَوْ ادْفَعُوا الْقُلُوبَ أَوْ يُعْلِمَ قَاتِلَا لَتُعْلَمَكُمُ﴾ ہم للکفر بَوْمُئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ مَا نُوَافِقُهُمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ اذْهَبُوا قَاتِلُوا الْإِخْوَانَهُمْ وَقَعِدُوا لَوْ أَطَاعُوا مَا قَفَرُوا قُلْ هَارِوْا عَنِ انْفُسِكُمُ الْمَوْتُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿آل عمران ۶۷﴾

(۱۶۸) تاکہ اللہ منفقوں کو جان لے، ان سے کہا گیا کہ آؤ خدا کی لڑائی مدافعت کر، کہنے لگے کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے، اس وقت دو ایمان کی پابست کفر سے زیادہ قریب تھے، یہ لوگ زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل سے ان کے دلوں میں نہیں ہے، نہایت وہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں خدا اس سے خوب باخبر ہے، یہ وہی لوگ ہیں کہ خود تو بیٹھے رہے ورنہ ان کے جو بھائی بند لڑنے گئے، مارے گئے ان کے بارے میں انھوں نے کہہ دیا کہ اگر وہ ۷۶ آدمی ہوتے پر چلے ہوتے تاکہ کبھی نہ مارے جاتے، اسے نبی آپ کہہ دیجئے اچھا اگر تم سچے ہو تو جب موت تمہارے سر ہائے اکھڑی ہو تو اسے نکال باہر کرنا۔

(۶۶) غزوہ احد کی بارہی شکست

جنگ حد کے بعد کی مرحلہ میں فتح کے بعد جب کافروں کے قدم اکھڑ گئے تو نبیؐ، مودیتہ اندازوں سے حکمتِ نبوت کے خلاف فتح کی خوشی میں بے اعتدالی کی اور مالِ قیمت جمع کرنے لگے، پیچھے سے پیچھے سے انھوں نے اپنے کمانڈر کے سمجھانے کے باوجود

اپنے مور پے چھوڑ دیئے، اس صورت حال کا فائدہ حضرت خالد بن ولیدؓ (جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے اور کافروں کے اہم کمانڈر تھے) نے اٹھا کر پشت پر سے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا، اس طرح مسلمان گھیرے میں آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے مگر نہ رے، اسی دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی فوج بجلی جس کی وجہ سے عجیب صورت حال پیدا ہو گئی، بہر حال پھر اس افواج کی ترویج ہوئی، مسلمانوں نے پھر کافروں کا مقابلہ کیا، اس جنگ میں ۷۰ مسلمان شہید ہوئے، یہ جو صورت حال مسلمانوں کے ساتھ پیش آئی قرآن نے اس پر تبصرہ کیا ہے اور اہل ایمان کو تسلی بھی دی ہے ﴿وَلَا يَحْسَبُوا أَنَّهُمْ مُخْرَجُونَ وَأَنْهُمْ الْأَعْلَىٰ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ اِنْ يَعْصِيكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ ضَلَّةٌ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاؤُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلِيَحْصِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيُمَحِّقَ الْكَافِرِينَ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ يَفْعَلُوا حَافِدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمُ الْمُسْلِمِينَ ﴿آل عمران ۳۹-۴۰﴾ دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو تم ہی سب سے پرہیزگار ہو، ہر طرح کے سچے مومن ہو، اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے (غزوہ بدر میں) ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو لگ چکی ہے، یہ زمانہ نہ کے شیبہ فرائز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں، (یہ حادثہ اس سے تھا) تاکہ تمہارا دل سے کہ سچا ایمان رکھنے والے کون ہیں اور تاکہ تم میں سے کچھ کو شہید بنائے، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو میل چیل سے صاف کر دے اور کافروں کو مٹا دے، کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے تاکہ انھیں اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون کون وہ لوگ ہیں جو اس کی رو میں بہا کر گئے والے اور صبر کرنے والے ہیں۔



## (۶۷) صبر و تحمل کی تلقین

غزوہٴ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زخمی کیا گیا، آپ کا دندانِ مبارک شہید اور رخ انور مجروح ہوا، آپ کی زبانِ مبارک سے کفار کے حق میں کچھ بدوعہ کے کلمت نکل گئے، آپ نے فرمایا کہ ”وہ قوم کیسے فلاح پا سکے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ معاملہ کیا، اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب ہو جس نے پیغمبروں کا چہرہ خون آ کر دیا۔“ (طبرانی) آپ کی اس بدعا کے جواب میں اللہ نے آپ کو صبر و تحمل کی تلقین و بردباری سے متبع کیا، قرآن کہتا ہے: ﴿فليس لك من الأمر شيء أو ينوب عليك أو يعتد بهم فإنهم ظلالمون﴾ (آل عمران: ۱۸۰)۔ پیغمبر اس معاملہ میں (۵۰) دشمنانِ حق کے بخشے جانے یا نہ بخشے جانے کے معاملے میں (جس میں کوئی دخل نہیں، یہ اللہ کے ہاتھ ہے چاہے تو ان سے درگزر کرے اور چاہے تو انہیں عذاب دے) کیونکہ یقیناً تمام ہیں، مولانا آزاد کے بقول ”مثناسا حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ظلم و کفر کرے والوں کی بدعتیں کتنی ہی سخت کیوں نہ ہوں لیکن ہادی و مصلح کو ان کی ہدایت سے باز نہ ہونا چاہئے اور نہ رحمت و بخشش کی طلب کے سوا کوئی اور چہ چاہئے اندر پیدا کرنا چاہئے بخشنا یا نہ بخشنا خدا کا کام ہے اور اسی پر چھوڑ دینا چاہئے، جنگ احد میں خود پیغمبر اس (۵۰) دشمنوں نے بے درپے جسے اور انہیں ہلاک کر ڈالنا چاہا، تاہم خدا نے پسند نہیں کیا۔ دشمنوں کی ہدایت و بخشش کی طلب کے سوا کوئی چہ نہ ان کے قلبِ مطمئن میں پیدا ہوا۔“

(ترجمان القرآن ج ۱/ ص ۳۵۸)

## (۶۸) غزوہٴ ذات الرقاع اور نمازِ خوف

غطفان کے قبائل بنو نضار اور بنو شلبہ کے مسلمانوں پر حملے کی خاطر اجتماع کی خبر

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی چار سو یا سات سو کی جمعیت کے ساتھ نجد کے علاقہ کی طرف روانہ ہوئے، (۱) حضرت ابوسویٰ اشجری کا بیان ہے کہ ہر چھ آدمی پر ایک اونٹ تھا، باری باری سوار ہوتے تھے، پیادہ چلنے کے نتیجے میں پاؤں چھنی اور زخمی ہو گئے، ناخن گر گئے، لوگوں نے حیرتوں پر پٹیاں اور کپڑوں کے ٹکڑے باندھ دیے، اسی سے اس کا نام غزوہٴ ذات الرقاع (بٹیوں والا غزوہ) پڑ گیا، (۲) اس موقع پر دشمنوں کے ایک گروہ کا سامنا ہوا، لیکن جنگ نہیں ہوئی، اس غزوہ میں آپ نے صحابہ کرام کو نمازِ خوف پڑھائی، جس کی تفصیلات کتبِ احادیث میں درج ہیں، بھارتی جنگ نمازِ خوف کے سلسلہ میں سورۃ النساء کی چند آیات بھی نازل ہوئیں، فرمایا گیا ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَلْبَاءُ أَلْكُمْ عَدُوًّا مبینًا، وَإِذَا كُنْتُمْ فِيهِمْ فَأَقِمْ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ، فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلِتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يَصَلُوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حُرْمَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ، وَذَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتَعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً، وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًىٰ مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ، وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَمَدٌ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُبِينًا﴾ (انساء: ۱۰۲-۱۰۴)

اور جب تم زمین میں سفر کیا کرو تو تم پر اس باب میں کوئی مقدمہ نہیں کہ نماز میں اختصار کرو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر لوگ تمہیں ستائیں گے، بے شک کافر تو تمہارے کلمے ہوئے دشمن ہی ہیں، اور جب آپ ان کے درمیان ہوں، دوران کے لئے نماز قائم

۱۔ ہذا خبر سے صحابہ میرا مدد دی ہے اس سے مراد ذات الرقاع ہے جس سے بتایا ہے، جب کہ امام بخاری کا کہنا اس کے صحیح میں نہیں ہے۔  
۲۔ صحیح بخاری کی طرف ہے۔ جب تک بخاری کی باب نماز اور ج ۱/ ص ۵۱۲۔

کریں تو چاہئے کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور وہ لوگ اپنے ہتھیار لئے رہیں، پھر جب وہ کچھ کر چکیں تو اب وہ پیچھے ہوجائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نہ نہیں پڑھی ہے وہ آجائے، اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے، اور یہ لوگ بھی اپنے ہی ڈاکساں اور اپنے ہتھیار ساتھ لے کر آئیں، کافروں کی خواہش یہی ہے کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامانوں سے ذرا غافل ہو جاؤ تو یہ لوگ تمہارے اوپر کیا کر سکیں توٹ پڑیں، اور تمہارے لئے اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ اگر تمہیں بارش سے تکلیف ہو رہی ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار رکھو اور اپنے ہی ڈاکساں لئے رہو، بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ایک رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نماز خوف کا یہ مذکور طریقہ اس صورت میں ہے کہ قتال ابھی شروع نہ ہوا ہو اور نماز باجماعت کا موقع ہو، دشمن کے حملہ کا خطرہ ہو مگر معرکہ قتل گرم نہ ہو، لیکن اگر معرکہ گرم ہو اور جماعت کا اہتمام سرے سے بن ہی نہ پڑے تو اس صورت میں نماز الگ الگ پڑھی جائے گی، سوار یا پیادہ ہر حال میں درست ہوگی، رکوع و سجود کے لئے اشارہ کافی ہو جائے گا، استقبالی قبلہ بھی ضروری نہ رہے گا (۱) اسی کا ذکر سورہ بقرہ میں وارد ہوا ہے ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾ (البقرہ ۲۳۹) لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو تو تم پیدل ہی پڑھ لیا کرو یا سوار ہی پڑھو۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ نماز خوف کی اجازت صرف دشمن ہی سے خطرہ تک محدود نہیں بلکہ دوسرے خطرات پر بھی حاوی ہے۔ (۲)

۱۔ ملاحظہ فرمائیے، اہل اسلام ۸۸۹ء۔ ج ۱ صفحہ ۱۰۱ پر قریشی و راجہ اہل مدینہ

## غزوہ خندق

(۶۹) یہودیوں کی پالیسی

غزوہ احد کے کچھ عرصہ بعد مدینہ کے یہودی سرداروں کا ایک وفد قریش مکہ سے ملاقات کے لئے مکہ گیا، اور قریش سے مسلمانوں کے خلاف تعاون کا معاہدہ کیا، قریش نے تو شیخ عہد کی علامت کے طور پر یہودیوں سے "جہت اور طاغوت" نامی دو بتوں کے سامنے سجدہ کرایا، پھر قریش نے ان سے پوچھا کہ ہمارا دین بہتر ہے یا بیرون محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ اور ساتھ ہی اپنی خدمت کعب، خدمت حجاج، طواف و عمرہ کا تذکرہ بھی کر دیا، یہودیوں نے جواب دیا کہ تم حق پر ہو تمہارا دین بہتر ہے، مگر عمرہ ہو چکا ہے (معاذ اللہ) اس سے زیادہ راہ یا تم تم ہو۔ اسی طرح کا معاہدہ یہودیوں نے قبیلہ غطفان کے ساتھ کیا، پھر اس کے کچھ وقت کے بعد کفار کی اجتماعی افواج مسلمانوں پر حملہ کے لئے مدینہ کی طرف نکلیں۔ قرآن کی درج ذیل آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْحَدِيثِ وَالطَّعُوتِ وَيَقُولُونَ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا أَهْلَآءُ أَهْدَىٰ مِنَ الدِّينِ آمَنُوا سُبْحَانَ، أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ، وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا﴾ (التوبہ ۵۴-۵۵) کہ آپ ان لوگوں کا حال نہیں دیکھتے جنہیں کتاب سے بہرہ ور کیا گیا تھا، یہ بت در شیطان کو مانے ہوئے ہیں، اور کافروں کی ہدایت کہتے ہیں کہ "مسلمانوں سے تو تمہیں زیادہ نیکی ہوگی سیدھے رستہ پر ہیں" یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی پھٹکار پڑی، اور جس کسی پر اس کی پھٹکار پڑی تو ممکن نہیں کہ اس کا دغا دہار پاؤ۔

واقعہ یہی ہے کہ جب کسی گروہ میں حق کی پیروی کے بجائے گروہ بندی کا جذبہ چڑھ پڑے تو پھر وہ حق و باطل کا امتیاز باقی نہیں رکھتا، بلکہ وہ مخالف گروہ کو زبردستی چھوٹانے اور اپنی بات بتانے ہی کا بہر صورت آرزو مند ہوتا ہے خواہ اس کے لئے اپنے اصولوں اور عقیدوں کی خلاف ورزی کیوں نہ کرنی پڑے، مولانا آزاد نے لکھا ہے "یہی حال مدینہ کے یہودیوں کا تھا، وہ ہمیشہ بت پرستی کے مخالف رہے اور بت پرستوں کی تحقیر و تذلیل کرتے رہے، لیکن اب مسلمانوں کی خدمت میں آکر بت پرستوں کی تعریف کرتے اور کہتے "اے مسلمانوں سے تو مشرکوں ہی کا طور طریقہ زیادہ قرین صواب ہے۔"

(ترجمان القرآن ۳/۷۷)

#### (۷۰) منافقین کی عیاری

غزوہ خندق (احزاب) شول ۵ھ میں پیش آیا، کفار مکہ یہودیوں کے معاہدہ کے مطابق دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے خندق کھودنے کی تجویز ملے پائی، کا تم تسلیم کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھدائی کے کام میں حصہ لیا، تمام اہل ایمان نے بڑی اشتیاق سے اس کا ساتھ بھوک اور مشقت کے عالم میں خندق کھودی۔

اس موقع پر منافقین نے خفاق کا مظاہرہ کیا، وہ اگر معمولی سا کام دکھا دے کے لئے کرتے تھے اور پھر چپکے سے غائب ہو جاتے جب کہ مخلص اہل ایمان ہمدرد منہمک تھے اور شدید ضرورت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جاتے تھے۔ منافقین کے اس طریق عمل کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ

تَسْلُطُونَ عَلَيْكُمْ بِوَادٍ قَلْبِ حُدْرٍ الَّذِينَ يَحْلِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (انور ۶۳) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب چمٹا ہے جو تم میں ہو کر تم سے کھسک جاتے ہیں، تو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔

#### (۷۱) صورت حال کی عین

کفار کی اتنی منظم قوت اور محبت کے حملے کی وجہ سے مسلمان مضطرب، خائف اور پریشان ہو گئے تھے قرآن نے اس کا بڑا اثر یہ بنا دیا کہ یہ خدا کا حکم ہے ﴿إِنْ حَاءَ وَكُم مِّنْ هَؤُلَاءِ مَن أَسْعَلَ بِكُمْ يَدَ زَاعَتِ الْأَبْصَارِ وَبَلَّغَتِ الْقُلُوبُ حَنَاحَ وَتَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ ﴿الاحزاب ۱۰﴾ جب کہ دشمنوں کے لشکر تہہ رے اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے، جب خوف کے مارے آئیں پھر تم گھبراؤ گے، لیکن تم کو گھبراہٹ نہ آئے گی، اللہ کے مارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے، اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلکا مارے گئے۔

اہل ایمان کے دلوں میں یہ دواؤں و ضیعت صلی طور پر ہے اختیار نہ آئے تھے جو نہ نہیں ہیں، ورنہ درحقیقت اہل ایمان کا ایمان بےحد مضبوط تھا، قرآن میں کرتا ہے ﴿وَلَعَارَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾ (الاحزاب ۲۳) جب اہل ایمان نے ان لشکروں کو دیکھ تو کہہ کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ و رسول نے خبر دی تھی اور اللہ

صحابہ کی صریح خلاف ورزی کی تھی، غزوہ خندق میں کامیابی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھا دی، وہ قلعہ بند ہو گئے، اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کر دیا، پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر اندازی اور آپ کے فیصلے پر رضا مندی ظاہر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے حضرت سعد بن معاذؓ کو فیصلہ کا ذمہ دار بنایا، وہ غزوہ خندق میں تیرے سخت دشمنی ہو گئے تھے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ جوانوں کو قتل اور عورتوں، بچوں، بوڑھوں کے ساتھ جنگی قیدیوں کا معاملہ کیا جائے، ان کو غلام بنا کر ان کی تمام املاک مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائیں، چنانچہ جوانوں کو قتل کیا گیا، بعض جوان مسلمان ہو گئے تو ان کو آزاد کر دیا گیا۔

قرآن نے اس غزوہ کا ذکر کیا ہے ﴿وَأَنزَلَ الذِّبْنَ طَاهِرًا وَهُمْ مِنْ أَهْلِ كِتَابٍ مِنْ صَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرِّيبَ فَرِيقًا تَنَقَّلُوا فِي أَسْوَاقٍ وَعِزَّةً صَارُوا بِمُدَارِمْ وَأَمْوَالُهُمْ وَأَرْصَالُهُمْ سَطَوُهَا، وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ (احزاب ۲۶-۲۷) اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا، اللہ ان کے قلعوں سے انھیں اتار دیا، اور ان کے دلوں میں اس نے رعب ڈال دیا، بعض کو قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کر دیا، اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے اموال کا تم کو مانگ بنا دیا اور ان کی زمین کا بھی جس پر تم نے انہیں قدم تک نہیں رکھا، اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

(۷۳) (واقعات ۱۱)

۹ھ میں غزوہ بنو المصطلق سے واپسی پر یہ واقعہ پیش آیا، حضرت عائشہؓ سفر میں ایک چارو پر تنہا عاجت کے لئے باہر تشریف لے گئیں، واپس آئیں تو قاتلہ روانہ ہو چکا

دوسوں نے بچ فرمایا تھا، اور اس سے ان کے ایمان و انقیاد میں ترقی ہو گئی۔

(۷۳) (اہل ایمان کی فتح)

غزوہ احزاب کی پوری تفصیل، منافقوں کی بد عہدی، ان کے سازشی رول اور کردار کا مکمل ذکر کتبہ سیرت میں موجود ہے، اس کا تذکرہ ہمارے موضوع سے خارج ہے، پانچ افراد، اللہ نے کفار میں پھوٹ ڈال دی، ان کے پاؤں اکھاڑ دیئے، ان پر سخت برائی ہوئی، مسلحہ کر دی جس نے ان کے غیے اکھاڑ پھینکے، ہنسیاں، چیلوں سے اڑا دیں، فرشتوں کو بھیج کر ان کے دلوں پر رعب خاری کر دیا، بدحواسی کے عالم میں وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے، قرآن نے اہل ایمان کی کامیابی اور اللہ کے فضل کا ذکر کیا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ حَآءَ تَكُمُ حُنُودُ فَارِسَ لَمَّا عَلَيْنِهِمْ رِيحًا وَحُنُودَ لِمَ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ مَاعْتَمِلُونَ بِصِيرًا﴾ (احزاب ۹) اسے مومنو! خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت کی جب تم جیسے قوم پر حملہ کرنے کو آئیں تو ہم نے ان پر بھیجی اور ایسے شکر اتارے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے، اور جو کام تم کرتے ہو خدا ان کو دیکھ رہا ہے۔

﴿وَرَدَ اللَّهُ أَصْدِيسَ كَفَرُوا بِعَيْطِهِمْ لَمْ يَغَالُوا حَبْرًا، وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ، وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا﴾ (احزاب ۲۵) اللہ نے کفار کا مات پھیر دیا، وہ کوئی فائدہ حاصل کئے بغیر اپنے دل کی ملن لئے یوں ہی پلٹ گئے اور مومنوں کی طرف سے اللہ ہی لڑنے کے لئے کافی ہو گئی، اللہ بڑی قوت والا اور بڑی درست ہے۔

(۷۳) (غزوہ بنو قریظہ)

یہودیوں کے قبیلہ "بنو قریظہ" نے درپردہ کفار کی مدد کر کے مسلمانوں سے کئے گئے

تھا، حضرت صفوانؓ (جو قافلہ سے پیچھے خبر گیری کے لئے چلے پر، مور تھے) یہوئے نچے تو حضرت عائشہؓ کو دیکھا، پھر اپنا اونٹ بندھ دیا، آپ اس پر بیٹھیں، حضرت صفوان پیدل اونٹ کی گھیل تھا سے قافلہ میں یہوئے نچے، منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی موسوقہ ملا، اس نے حضرت عائشہؓ پر بہتان طرازی اور تہمت تراشی کی، منافقین کی اس سازش میں تین محفل مسلمان (حضرت حسان بن ثابت، مسطح بن اثاث، حذیفہ بن یشجب) بھی گرفتار ہوئے اور وہ بھی انہیں کی باتیں دہرانے لگے، اس واقعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت عائشہؓ کو اور تمام اہل ایمان کو سخت قہمی آذیت پہونچی، ایک وہ کے بعد سورہ نور کا دوسرا اور تیسرا کوغ نازل ہوا جس میں منافقوں کی سازش اور حضرت عائشہؓ کی پاک دامانی اور عفت کا واضح ذکر فرمادیا گیا، پاکیزہ عورتوں پر بدشعوت تہمت طرازی کے عمل کو قائل احنث و عذاب بتایا گیا۔

مولانا دریا بادی نے تحریر فرمایا ہے: ”نبی کی زندگی کا ایک ایک جزئیہ امت کے حق میں رحمت ہے، برکت ہے، امت کی تقنی نیک پارسیابیوں پر آج بھی کسی کسی تہمتیں لگتی رہتی ہیں، ان سب بھاریوں کو اس واقعہ سے صبر و تسکین کا کتابہا سہارا تھا آگیا۔“ (۱)

(۷۵) صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کی تمام تفصیلات حدیث اور کتب یہ میں مودود ہیں، قرآن میں اس کے خاص پہلوؤں کا ذکر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں یہ خواب دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت امن میں مکہ میں داخل ہو کر عمرہ کر رہے ہیں، کچھ لوگوں نے سر کاٹنے کرایا، کچھ نے بال کٹوایا، چونکہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے اس لئے اس کا وقوع یقینی

۱۔ تفسیر، صفحہ ۱۱۱

تھا، لیکن اس کا وقت صحابہ نے صحابہ سے اس کا ذکر کیا، تو صحابہ قہقہے اُٹھاتے تھے، میں فوراً تیار ہو گئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو سیپہ کے ساتھ مکہ کی طرف چلے، ذوالحجہ میں احرام باندھا، کفار کلم ہوا تو انہوں نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے گا، حدیبیہ کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی، بہت کوشش کے بعد بھی نہ اٹھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا اشرارہ سمجھ گئے اور وہیں قیام فرمایا، اس کے بعد اہل مکہ سے وفد کے واسطے سے مذاکرات شروع ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ ہمارا مقصد جنگ نہیں، عمرہ ہے، اگر عمرہ سے روکا جائے گا تو ہم جنگ کریں گے، مصالحت کی باتیں بھی سامنے آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنا قاصد بنا کر مکہ بھیجا، حضرت عثمان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہونچایا، اور تین رات مکہ میں رہے، اسی دوران قریش کے پیاس آدمیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کی کوشش کرنی چاہی مگر گرفتار کر لئے گئے، گرفتاری کی خبر سن کر کفار مکہ نے حضرت عثمان اور دیگر دس مسلمانوں کو روک دیا، دوسری طرف مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ کفار نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا، یہ خبر سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو رخصت کے لئے بھیج کر کہ جہاد پر بیعت لی، آپ نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا چھو کر ارادے کران کی طرف سے بیعت کر لی، یہ بیعت بیعت رضوان کہلاتی ہے۔

دوسری طرف اہل مکہ پر مسلمانوں کا رعب طاری تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے قاصد حضرت عثمان کے لئے بھیجے، ان قاصدوں نے حضرت عثمان کے قتل کی خبر کو ظاہر بتایا، پھر اس کے بعد مصالحت کی شرائط اور دفعات طے ہوئیں، جس میں اس سال کے بجائے آئندہ سال طواف وعمرہ، دس سال تک جنگ بندی اور ہر نوع کی خفیہ و علانیہ کارروائی سے

پر ہیز مفریقین میں کسی کا بھی حریف بننے کا قبائل عرب کو اختیار، مسلمانوں کے پاس قریش کے کسی شخص کے جانے پر اس کی لازمی واپسی اور قریش کے پاس مسلمان کے جانے پر اس کو واپس نہ کرنا شامل تھا۔

یہ معاہدہ طے ہوا، مسلمان اس معاہدہ کی شرائط سے عام طور پر راضی نہ تھے، مگر اللہ کے رسول کی رض پر سب سر تسلیم خم کئے ہوئے تھے، بظاہر یہ لگ رہا تھا کہ یہ صلح دہ کر ہوئی ہے، مگر قرآن نے اس کو فتح عین قرار دیا، کیونکہ صلح حدیبیہ سے سب زائیں ختم ہو گئیں، خیبر، تبوک، حجاب وغیرہ فتح ہوئے، دائرہ اسلام جو حد قرآن کریم فرماتا ہے ﴿وَإِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَيُصْمِرَ لَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا﴾ (فتح ۱-۳) اے نبی بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کر دی، تاکہ اللہ آپ کی اگلی کچھلی ہر کوتاہی سے درگزر فرمائے اور آپ پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور آپ کو سیدھا راستہ دکھا دے اور آپ کو زبردست نصرت بخشنے۔

بیعت رضوان کا ذکر قرآن کرتا ہے ﴿وَإِنِ الَّذِينَ يُدَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُدَايِعُونَ اللَّهَ، يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ، فَمَنْ نَكَثَ إِنَّمَا يَنْكُثْ عَلَى نَفْسِهِ، وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَيُؤْثِقُوا بِهِ آخَرًا عَظِيمًا﴾ (فتح ۱۰) جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا، اب جو اس عہد کو توڑے گا اس کی جہد لگنی کا وہاں اس کی اپنی ذات پر ہوگا اور جو اس عہد کو دف کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے، اللہ عتق رب اس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

اس موقع پر مصالحت اور جنگ بندی کی دو مصلحتوں کی طرف قرآن نے اشارہ کیا

ہے، (۱) ایک تو یہ کہ مکہ میں اس وقت بہت سے ایسے مسلمان مرد و عورت موجود تھے جنہوں نے یا تو اپنا ایمان چھپا رکھا تھا یا ان کا ایمان تو معلوم تھا مگر مجبور تھے اور کفار کا ظلم سر رہے تھے، اب اگر جنگ ہوتی تو ناراضہ مسلمانوں کی فوج کے ہاتھوں یہ مسلمان بھی نشانہ بننے اور مارے جاتے جو ایک طرف مسلمانوں کے لئے نعمت اور اذیت کا باعث ہوتا تو دوسری طرف مشرکین طعنہ دیتے کہ یہ اپنے بھائیوں کو مارتے ہیں، دوسری مصلحت یہ ہے کہ اللہ قریش کو جنگ میں ہرا کر مکہ فتح کرانا نہیں چاہتا تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ اس عرصہ میں ان کو ہر طرف سے گھیر کر اس طرح بے بس کر دے کہ وہ بلا کسی مزاحمت کے مغلوب ہو جائیں اور پھر شرف باسلام ہو جائیں، چنانچہ یہ صلح ہوئی اور ۸ھ میں مکہ فتح ہو گیا۔

معاہدہ کے مطابق اگلے سال ۹ھ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ہمراہ عمرہ القضاء کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب پورا ہو کر ہا، قرآن کہتا ہے ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ بِالْحَقِّ لِنُدْخُلَ السَّجْدَ الْحَرَامَ﴾ (فتح ۲۷) اللہ آئینہ محققین رؤوسکم و مقصرین لا تخافون ﴿الفتح ۲۷﴾ فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو کچا خواب دکھا یا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق ہے، ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہو گے، اپنے سر سزاؤں کے دور ہاں تر شاؤں کے دور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔

سفر حدیبیہ پر جانے سے قبل اطراف مدینہ کے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا مگر ان لوگوں نے جان بیماری سمجھی اور باہر نہ آئے، یہ اسلم، حریز، جھیمہ، غفار، اشج وغیرہ قبائل کے لوگ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ واپسی پر



اللہ أعلم بایمانہن، فون علمتوہن مؤمنات فلا ترجعوهن إلی الکفار، لا  
 ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن (المستحدہ ۱۰) ای ایمان والو! جب مؤمن عورتیں  
 ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو ان کے مؤمن ہونے کی جانچ پڑتال کرو، اور ان کے  
 ایمان کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، پھر جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مؤمن ہیں تو  
 انھیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، نہ وہ کافروں کے حلال ہیں اور نہ کافران کے سے  
 حلال۔ بیعت کا ذکر قرآن میں یوں کرتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَسِيْعَنَّ عَلَىٰ أَنْ لَا يَشْرُكَ  
 بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ  
 بِبَهْتَانٍ يَفْتَرِيْنَ بَيْنَ أَبِيدِهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْبُدْنَ فِي مَعْرُوفٍ  
 فَيُضَاهِيَهُنَّ وَاسْتَغْفِرَ لِهِنَّ اللَّهُ، إِنْ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (المستحدہ ۱۳) ای نبی  
 جب آپ کے پاس مؤمن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں اور اس بات کا عہد کریں  
 کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، نہ زنا نہ کریں گی، اپنی  
 اولاد کو قتل نہ کریں گی، کوئی بہتان نہ لائیں گی جسے اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے  
 گھڑیں، اور کسی امر معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے  
 لیجئے، اور ان کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کیجئے، یقیناً اللہ بڑا درگزر فرمانے والا  
 نہایت مہربان ہے۔

ملاحظہ رہے کہ یہ بیعت صرف تو مسلمہا جرات کے ساتھ خاص تھی، دیگر مسلمان  
 عورتیں بھی اس میں شامل تھیں، فتح مکہ کے موقع پر بھی کچھ صاف پر عورتوں سے یہ بیعت  
 لی گئی، حضرت عہاد بن صامت کے بقول عقبہ اولی کے موقع پر بارہ مردوں سے بھی یہی  
 بیعت لی گئی، مردوں سے بیعت عموماً ایمان و اطاعت و جہاد پر لی گئی ہے، احکام کی تفصیل

اس میں نہیں ملتی کیونکہ ایمان و اطاعت کے ذیل میں وہ سب شامل ہو جاتے ہیں، لیکن  
 چونکہ عورتیں مردوں کی یہ نسبت عقل و فہم میں ناقص ہوتی ہیں، اس لئے ان کی بیعت میں  
 نہ کوئی عملی احکام کی تفصیل ملتی ہے۔

(۸۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک راز

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کفار کی طرف سے ہوئی، قریش کے حلیف  
 قبیلہ بنو نجر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے ہر طرح سے  
 بنو نجر کا تعاون کیا جو سراسر صلح کی دفعات کے خلاف تھا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ  
 حکم پر حملہ کی تیاری شروع فرمادی، آپ نے خاص صحابہ کو یہ راز بتایا اور مخفی رکھنے کا حکم دیا،  
 حضرت عتبہ بن مسطح نے مکہ میں مقیم اپنے بچوں، بھائیوں اور والدہ کے تحفظ کے مقصد  
 سے اور افشاریہ راز کو کچھ اہل اسلام پر ذرا بھی مؤثر نہ باور کرتے ہوئے ایک خطرہ ڈسائے  
 کہ مکہ کے نام لکھا اور یہ راز فاش کر دیا، خط مکہ پہنچنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ  
 وحی علم ہو گیا، آپ نے وہ خط حاصل کرایا، پھر حضرت حاطب سے معلوم کی تحقیق کی گئی، تو  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین آ گیا کہ اس فعل کا اصل محرک اہل وحیل کا تحفظ تھا نہ کہ  
 خدایا، اسلام سے انحراف اور حمایت کفر کا جذبہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو موقف  
 فرمادیا، اس واقعہ کے بعد سورہ ممتحنہ نازل ہوئی جس کی ابتدائی نو آیات میں حضرت عتبہ  
 کو سرزنش و تنبیہ کے ساتھ کفار سے اہل اسلام کے تعلقات کی تفصیل کا ذکر ہے جس کا  
 عقد صدیہ ہے کہ عدل و انصاف ہر طرح کے کافر کے ساتھ ہوگا، قلبی تعلق (موالات) بہر کافر  
 سے حرام ہے، ظاہری رواداری، حسن سلوک (مدارات و مواصلات) معاملات کا تعلق اہل  
 ذمہ اور صالحین کے ساتھ درست ہے، نہ کہ حربی کافروں کے ساتھ۔



فرمائی گیا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوَّيْكُمْ أَوْلِيَاءَ، تَلْقَوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ، يَحْرُجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ، إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي، تُسَرُّوْنَ إِلَى إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَمَّا أَعْلَمُ بِمَا أَحْبَبْتُمْ وَمَا أَعْلَيْتُمْ، وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾ (الممتحنة: ۱-۲)  
 ایمان والوں! اگر تم میری راہ میں جہاد کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم اس کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کرتے ہیں، اور ان کی روش یہ ہے کہ رسول کو اور خود تم کو اس تصور پر جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اس رب، اللہ پر ایمان لائے ہو، تم چپ کر ان کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم خفیہ و علانیہ کرتے ہو ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں، جو شخص تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناً راہِ راست سے ہٹ چکا گیا۔

(۷۹) فتح مکہ

۸ھ میں مکہ فتح ہوا، آپ نے خالصوں کو معاف فرمادیا، بے شمار افراد اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے، اس وقت بیت اللہ کے ارد گرد تین سو سترھ بت تھے، آپ وہاں پر دو نچے تو آیت نازل ہوئی ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ (نہی اسرائیل: ۸۱) اور آپ فرمادیجئے کہ حق آئی میں اور باطل مٹ گیا، اب کلمہ باطل تھما ہی مٹنے والا۔

آپ اپنی کلمزی ہریت کے سینہ میں دہرتے اور اسے پھرتے جاتے تھے آپ کی ٹھوکر سے بت چھروں کے بل گرتے جاتے تھے، اور آپ ہر بار یہ دہراتے جاتے تھے، (۱)

قرآن کی ایک اور آیت میں اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے ﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلَ وَمَا يَعِيدُ﴾ (سہ: ۳۹) آپ فرمادیجئے کہ حق آگیا اور اب باطل کے کیے کچھ نہیں ہو سکتا، باطل کی پلٹ پھرت شتم ہو گئی۔

سورہ نصر کی آیت ﴿إِذَا جَاءَ بُصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ سے بھی فتح مکہ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

(۸۰) غزوہ حنین

عرب کے قبائل ہوازن و ثقیف وغیرہ نے فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا، آپ کو اطلاع ملی تو شوال ۸ھ میں بارہ ہزار کی فوج کے ہمراہ نکلے، ان میں اکثریت نو مسلموں کی تھی، بعض مسلمانوں نے اپنی کثرت تعداد پر ناز کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم کثرت تعداد کی وجہ سے شکست نہیں کھا سکتے، اللہ کو یاد اپنی سند تھی، ۱۰۰ ہزار شال کو کافر فیر اندازوں نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا، مسلمان سنبھل نہ سکے، بھگدڑ مچ گئی، کثرت کا ناز کام نہ آیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اصحاب خاص کے ساتھ سب کو پکارا، آپ نے حوصلہ بڑھایا، بے پناہ شجاعت کا مظاہرہ فرمایا، چنانچہ پھر لوگ جمع ہوئے، میدان کارزار گرم ہوا، دشمن کی شکست فاش ہوئی، بے تحاشا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا قرآن نے اس واقعہ کا بالکل راست نقشہ کھینچا ہے، ﴿قَدْ أَنْصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شِئْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ﴾ (التوبة: ۲۵-۲۶)

(مسلمانوں) یہ واقعہ ہے کہ اللہ بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور جنگ حنین کے موقع پر بھی جب کہ تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے، تو دیکھو وہ کثرت تمہارے کچھ کام آئی اور زمین اپنی ساری وسعت پر بھی تمہاری لئے ٹھک ہو گئی، بلا خرابیاں ہوا کہ تم میدان و پیشہ دکھا کر بھی گئے، پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی جانب سے دل سکون و قرار نازل فرمایا اور ایسی فوجیں اتار دیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں اور ان لوگوں کا عذاب دیکھو جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی، اور یہی جزاء ہے کافروں کی۔

### (۸۱) غزوہ تبوک

جب ۹ھ میں یہ غزوہ پیش آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ ردی عرب نے شامی سرحدوں پر حملہ کی تیاری میں ہیں، آپ نے اس کے جواب میں اور خصوصاً پڑان حکومت روم کو خوف زدہ کرنے کے مقصد سے صحابہ کو اس غزوہ کی دعوت دی، اس مقصد ذکر قرآن نے یوں کیا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفْرِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً، وَاعْمَلُوا أَنْتُمْ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ (التوبة: ۱۲۳) اے مومنو! اپنے پاس پہلے ہونے والے کافروں سے جنگ کرو اور چاہے کہ وہ جنگ میں تمہاری ہتھی محسوس کریں اور جان لو کہ اللہ خدا ترسوں کے ساتھ ہے۔

چنانچہ سخت گرمی کے موسم میں، مجبور کے تیار ہونے کے باوجود صحابہ نے قربانیاں دیں، مال جمع ہوا، منافقین بھاگنے کے گریہ مچ رہے، بلکہ قرآن کی زبان میں ﴿وَالْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقُلُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ﴾ (التوبة: ۸۱) پیچھے رہ جانے والے پیغمبر خدا کی مرضی سے

خلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے، اور اس بات کو ناپسند کیا کہ خدا کی راہ میں اپنے ماں و باپ سے جہاد کریں اور دوسروں سے کہنے لگے کہ گرمی میں مت لکھنا، آپ فرما دیجئے کہ روزِ خِزْیِ آگ اس سے کھنک رہی ہے کہ گرم ہے، دکاش یہ سمجھتے۔

مگر صحابہ کرام نے جہاد اور راجی انگیزگی میں بڑے ذوق و شوق اور جذبہ مسابقت کا مظاہرہ کیا، دولت مندوں نے بے دریغ مال خرچ کیا، بہت سے صحابہ نے سوری نہ سونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کی مگر سواری کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے معذرت فرمادی، اس محدودی کا ان صحابہ کو بے حد قلق ہوا، قرآن ان کا ذکر کرتا ہے: ﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ بِتَحْمِلِهِمْ قِصَّةً لَّا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِكَ عَلَيْهِ تَوْلَاوُاْ وَعَيْنُهُمْ تَفِيضٌ مِّنَ الدَّمْعِ حُزْنًا أَلَّا يُجِدُوا مَاءً فَسَافُكُوهُ﴾ (التوبة: ۹۲) اور نہ ان بے سرو سامان لوگوں پر الزام ہے جو آپ کے پاس آئے کہ آپ ان کو سواری دیں اور آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کروں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہ تھا، ان کی آنکھیں اٹکھار ہو گئی تھیں۔

حقن صحابہ کرام بلا کسی تردد و شبہ کے سستی کی وجہ سے اور عزم و ارادہ میں دیر کرنے کی بنا پر غزوہ میں شریک نہ ہو سکے، حضرت کعب بن لکھ، حضرت ہدیل بن امیہ و اقلی اور حضرت مرارة بن ربیع حنین سے بغض و اوجھ میں سے ہیں۔ مگر جنگ تبوک میں شریک نہ ہو سکے، اس عدم شرکت کو حکمت الہی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے یا پھر اس سے ان کا ستم و تذکرہ اور مسلمانوں کی تربیت مقصود تھی، واپسی پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے جھوٹے بے قول کر کے ظاہر پر فیصلہ کر دیا اور ان کے باطن کا معرکہ اللہ

[illegible]

کے سپرد کر دیا۔ مگر ان تینوں میں یہ کوسروں کی گنتی، پچاس و ساکن ان کا مکمل مقطع کیا گیا، نہ ان کی آپ بختی کے نقبوں کی صورت، تو یہ کی کیا آیت ۸ میں اس کا ذکر وہ صحیح ہو سکتا ہے۔

تیس ہزار عجماء بن کا لشکر پہنچا صلی اللہ علیہ وسلم کے امر و حکم تک پہنچا، جو مختلف پائوں نے آپ سے مصافحت کی اور جزیہ کی ادائیگی پر راضی ہوئے۔ روئی فوج نے سرحد پار کر کے فوج غشی کا خیال ترک کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قناب نہ کیا، مقصد حاصل ہو چکا تھا، جزیرہ العرب کے قبائل پر بھی مسلمانوں کی دھماک جھمکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے، غزوہ تبوک میں شریک ہونے والے صحابہ کا ذکر قرآن میں کرتا ہے ﴿وَلَا يَطْلُونَ مَوْطِنًا يَبْعِثُ الْكُفَّارَ وَلَا يَمَالُونَ فِي عَدُوِّهِمْ﴾ (آل عمران: ۱۲۰) عہدہ بھی دشمن کے خلاف وہ راہ خدا میں اٹھتے ہیں وہ کافروں کے لئے غیظ و غضب کا باعث اور جو نقصان بھی وہ کھاتے رکھتے ہیں وہ ان کے لئے عمل نیک ثابت ہوتا ہے۔

غزوہ تبوک میں ایک گروہ بدتر و دشمن شریک ہونے والوں کا تھا، دوسرا گروہ بدتر و دشمن شریک ہوا، تیسرا گروہ واقعی معذوروں کا تھا جو شریک نہ ہوا، چوتھا گروہ بد مذراہ واقعی سستی کی وجہ سے نہ شریک ہونے والوں کا تھا، پانچواں گروہ ان منافقوں کا تھا جو خفاق کی وجہ سے شریک نہ ہو، چھٹا گروہ جاسوسی کے لئے شریک ہونے والے منافقوں کا تھا۔

پہلے دو گروہ کے لئے کہ قرآن میں قرآن نے فرمایا ﴿الَّذِينَ اتَّعٰوٰهُ فِى سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَفَّٰرٌ يَّعِزُّ قُلُوْبَ عَرٰبِقِ مِهْمٌ﴾ (التوبة: ۱۱) وہ لوگ حق حریف ہیں جنہوں نے سخت جنگی کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جب اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے قلوب لغزش کرنے لگے تھے، تو تیسرے گروہ کے

جے کر نہ سکے۔

خدا صے گفتگو یہ ہے کہ اس غزوہ کے متعلق قرآن کی سورہٴ توبہ میں بہت سی آیات نازل ہوئیں، روانگی سے پہلے، روانگی کے بعد، دوران سفر، واپسی کے بعد کے مختلف واقعات، منافقین کی سازشیں، غلط مؤمنوں کی عزیمت، پیچھے رہ جانے اور پھر ان کی توبہ سب کا ذکر اس سورت میں کر دیا گیا ہے۔

(۸۲) حجۃ الوداع اور تکمیل دین

۱۱۱ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جم غفیر کے ساتھ حج فرمایا، ۹ ربیع الاول کو عرفہ میں آپ نے خطبہ دیا جس میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ "لوگو! میری بات س لو! کیونکہ میں نہیں چاہتا، غالباً اپنے اس سال کے بعد آئندہ اس مقام پر میں تم سے کبھی نہ مل سکوں گا" (۱) خطبہ میں آپ نے مختلف موضوعات کا احاطہ فرمایا، خطبہ سے فراغت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ ۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔ اس روایت کے ذریعہ اور سورہ النعر کے ذریعہ یہ اشارہ فرمادیا گیا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض ادا کر دیا، کام مکمل ہو گیا اور اب رفیقِ اخلاقی سے ملاقات کا وقت آ رہا ہے، چنانچہ یہی اشارہ سمجھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ رونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِنَّ مِنْ أَمَنِ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صَحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَوْبِكُمْ﴾ مال خرچ کرنے اور ساتھ رہنے میں میرے اور سب سے بڑا احسان ابو بکر کا ہے۔

ب. میرٹھ، بی. ایم. ۲۰۰۳ء، جو انٹرویو کی حوالہ تفصیل کے لئے مکتبہ اسلامی کتاب اراک، مکتبہ صہیب و علی علیہ السلام، ممبئی ۴۰۔

(۸۳) وقایع نبوی

ماہ مفر ۱۲ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شروع ہوا جو رفتہ رفتہ بڑھتے گیا، ۶۳ھ میں آپ کی وفات کا، اہم ناک حادثہ پیش آیا، اس وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال جا رہی تھی۔

وفات کے بعد حضرت ابو بکر نے پریشان حال و غمزدہ مجمع کو خطاب کیا جس میں فرمایا کہ "تم میں سے جو محمد کی عبادت کرتا تھا وہ بن کے محمد صلی علیہ و سلم اس دین سے چپکے ہیں اور جو زندگی عبادت کرتا تھا وہ بن کے کہ اللہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، پھر انہوں نے سورۃ آل عمران کی یہ آیت پڑھی ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَهْلَانِ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْجَلْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾" (آل عمران ۱۴۴) محمدؐ سے کو کچھ نہیں کہیں یہ رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گذر چکے ہیں، پھر کیا امرہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم ٹوٹ اٹلے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یا رکھو، جو اللہ پھرے گا وہ اتنا کچھ نقصان نہ کرے گا، بدستور اللہ کے شکر گزار رہنا۔ بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا ملے گا۔



## سیرت کے چند مزید پہلو

(۸۳) جادو کے اثرات

یہودیوں کی ساری زندگی شیطانی نظریہ کے مشہور منقہ یا بیہودہ ہے۔ انہوں نے اپنی بیٹیوں اور بیٹیوں کے تعاون سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جادو کے کام کیے۔ آپ کی تکفلی کا ایک کڑا معاملہ کر کے تکفلی کے دغاؤں اور دغاؤں کے چند موعے مبارک پر جادو کیا پھر اس جادو کو ایک کھجور کے خوشے سے لٹکا کر زریق کے کنوئیں کی تہہ میں ڈال دیا، جادو کا مکمل اثر آپ پر ایک دوسری ششماہی میں مزاج میں کچھ تغیر محسوس ہوا، آخری چالیس دنوں میں ان کے تین دن بڑے سخت گزرے، اس جادو کے اثر سے آپ کے جسم پر موت کا جادو نبوت کی تکفلی پر تہہ برابر بھی اثر نہیں ہوا، اس یہ ہوا تھا کہ آپ نے مدینہ سے دعا کی، خواب میں فرشتوں کی زبانی پوری تفصیل آئی۔ آپ نے بعض صحابہ کو کنوئیں کی تہہ سے اس جادو کو کالے کا کھمبہ دیکھ کر نکالا گیا اس میں تکفلی اور ہاوس کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیا اور موسم کے ایک پستے میں سویس چھوٹی ہوئی تھیں، حضرت جبریل (معوذتیں) سے کرائے اور انہیں پڑھ کر گرہ کھولنے کے ایک تانت پڑھ کر ایک ایک گرہ کھولتے جاتے تمام گرہیں کھول کے اثر سے بالکل آزاد ہو گئے، پھر آپ نے لیلہ کو بلا دیا اس نے

اس کو یوں ہی چھوڑ دیا، اس لئے کہ آپ اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہ لیتے تھے۔

قرآن کہتا ہے: قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ، وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ، وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّفَّاسِ، مَلِكِ النَّفَّاسِ، إِلَهِ النَّفَّاسِ، وَمِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ، الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّفَّاسِ، مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۱۸۷﴾

آپ فرمادیجئے میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی، اس کی مخلوقات کے شر سے، اور رات کی تاریکی کے شر سے جب وہ چاہا جائے، اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے، اور حسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے، آپ فرمادیجئے کہ میں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ اور انسانوں کے معبود حقیقی کی پناہ مانگتا ہوں دوسرے ڈالنے والے یا بار بار پلٹ کر آنے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں دوسے ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

(۸۵) بعض خدائی تنبیہات

(۱) غزوہ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر منسوب اللہ عطا ہوا، جس کا ذکر سابق میں آچکا ہے، (۲) بعض مشرکوں خصوصاً حضرت ابو طالب کے لئے دعا سے استغفار کے سلسلہ میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمادیا گیا کہ ما کان للنسی والذین آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولي قربى من بعد ما تبين لهم انهما اصحاب الحميم (۱۳۳) تم اور اہل ایمان کے لئے من مٹ نہیں تھا کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں، جب کہ ان پر ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ لوگ دوزخی ہیں۔

(۳) غزوہ تبوک کے موقع پر منافقوں نے جوئے بہانے کر کے اور جھوٹی قسمیں کھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شریک غزوہ نہ ہونے کی اجازت حاصل کر لی، اور پھر اس پر خوشی منائی کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دھوکے کے جال میں پھنسا دیا، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کی کہ ان کو اجازت نہ دی جاتی تو اس سے ان کا نفاق آشکارا ہو جاتا، وہ پھر بھی شریک غزوہ نہ ہوتے مگر وہ مسلمانوں پر طعنے نہ کر سکتے اور خوشی نہ منا پاتے، اور ان کے نفقہ کی کا پل کل جاتا ﴿عَفَا اللَّهُ عَنْكَ، لِمَ أَذْنَتْ لَهُمْ حَتَّى يَتَنَبَّيَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَافِرِينَ﴾ (التوبة ۳۳) اللہ نے آپ کو معاف کر دیا، آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہوتے اور آپ جھوٹوں کو معصوم کر لیتے۔ آگے یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ مخلص الی ایمان غزوہ سے غائب رہنے کی اجازت نہیں گے، یہ اجازت تو دل کے چور منافق لیں گے۔

(۴) مدینہ کے خاندان بنو امیہ قری نے حضرت رفیعہ کے گھر سے چوری کی، پھر اہرام ایک یہودی کے سر رکھ دیا، نہ ہری حالات و قرآن کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان یہ ہو گیا تھا کہ یہ یہودی کی حرکت ہے، اور اس پر چوری کی حد لگائی جائے، مگر قرآن کی سورۃ نساء کا پندرہواں رکوع اس بارے میں نازل ہوا، جس میں بنو امیہ قری کی عیاری و خیانت اور چوری کا راز آشکار کر دیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ لطف کی گئی کہ آپ نہ نکوں کے طرفدار نہ بنیں، فرمایا گیا ﴿وَإِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ مِمَّا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنَ لِلْخَافَتَيْنِ حَصِيصًا، وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا، وَلَا تَحَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّابًا أُتِيْعًا﴾ اے نبی! ہم نے

یہ کتاب حق کے ساتھ آپ پر نازل کی ہے تاکہ جو راہ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے آپ اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں، آپ ان بدیاہنوں کی طرف غصہ نہ کیجئے، واللہ سے استغفار کیجئے، بے شک اللہ بڑا مکرر فرما دے، وہ مہربان ہے، اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی جواب دہی کی بات نہ کیجئے جو اپنا اپنا نقصان کر رہے ہیں، ہر شبہ اللہ کو ایسا نقص پسند نہیں ہے جو خیریت کا اور مصیبت پیشہ ہو۔

(۵) مکہ المکرمہ میں ابتدائی زمانہ اسلام میں ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم رؤسائے قریش کو دعوت و تبلیغ فرما رہے تھے، کہ اسی دوران ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ آجڑو گئے اور کچھ سوالات کیا، سوال پر بار بار اصرار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس وقت آمد کا اور معلوم ہوئی، آپ نے بے دردی برتی اور جواب نہ دیا اس پر آپ کو تنبیہ گئی ﴿عَسَىٰ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ أُلُوفٌ حَرِيصَةٌ﴾ (احزاب ۱۰) اے مکتوم! اس سے استعفی فائت لہ تصدی، وما علیک بألیرکی، واما من حواءک یسعی وهو یخشی فائت عنه تنہی ہے (احزاب ۱۰) رسول اللہؐ میں تجھیں ہوئے اور بے دردی برتی اس بناء پر کہ آپ کے پاس نابینا آگیا، آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور چا تاں فصیحت قبول کرتا، تو اس کو بھیجت کرنا کچھ فائدہ پہنچاتا تو جو شخص بے پرواہی برتا ہے اس کی لگزشیں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی اہرام نہیں اگر وہ سنورے، اور جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے تو آپ اس سے بے اشتباہی برتتے ہیں۔

اصلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد یہ تھا کہ ابن ام مکتوم مسلمان ہیں، ان کو دین کے فروغی احکام کی تعلیم کے متعہ جس حد کہ روگوستو حید کا کام زیادہ، ام کو مقدم ہے جس میں ابن ام مکتوم خارج ہو رہے ہیں، پھر آپ کا مقصد، راب مجلس کی رعایت نہ

کرنے پر ان کو تنبیہ کرنا تھا، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض کیا، مگر اللہ نے اس اجتہاد کو غلط قرار دیتے ہوئے تنبیہ کی اور واضح کر دیا کہ کفار مخالفین سے جنگ کا فائدہ مومن کو مختل ہے جب کہ اپنی تعلیم کے طب کے سوال کا جواب فائدہ کے لحاظ سے یقینی ہے جو بہ طور پر قابل ترجیح ہے، نیز، اب مجلس کی رعایت نہ کرنے پر اللہ نے "اُمّی" (ناپڑا) کے غلط سے معذرت بیان کر دی ہے، یعنی معذور قابلِ قتل نہیں ہوتا۔

(۶) رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بنی سول کے جنازہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب چلی، اور اس کے کفن کے لئے اپنی قمیص عنایت فرمائی، اس کی وجہ اس کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ کی دلجوئی تھی، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرمایا، چنانچہ آپ نے اس کے بعد کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھی، فرمایا گیا: ﴿وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ اہم کفر و امالہ اور سولہ و مالوا و ہم فاسقون﴾ (التوبہ ۸۴) اور ان میں کوئی مر جائے تو اس پر بھی نماز نہ پڑھئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے، اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔

اس کے علاوہ مختلف آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ آپ کی دعا مغفرت منفقوں کے حق میں ذرا بھی مومند نہ ہوگی ﴿إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ (توبہ ۸۰)، اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ ان کو نہ بخشے گا۔

کچھ اور مواقع پر آپ کو تنبیہ کی گئی، مثلاً حضرت زینب بنت جحش اور حضرت زید بن حارثہ کے مسئلہ میں جس کی مکمل تفصیل موجبِ حواست ہوگی، سورۃ احزاب کی آیت ۴۳ اسی سے متعلق ہے۔

(۸۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے کا ادب

اس مسئلہ کو حکم فرمایا گیا کہ وہ عام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکاریں، یہ ہے اپنی ہے، انھیں اس ادب کے ساتھ پکارنے کا حکم ہے، نبی کی تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے، اے نبی، حرام ہے فریاد کیا ﴿لَا تَحْلُلُوا دَعَاءَ الرَّسُولِ بِسْمِكَ كَدَعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ (نور ۲۳) تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلائے کو ایسا امت سمجھو جیسا کہ میں ایک دوسرے کو بلا دیتا ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ رسول کے بلائے کو عام آدمی کے بلائے کی طرح نہ سمجھو، رسول کا حکم واجبِ تعمیل ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ رسول کی دعا کو عام آدمی کی دعا جیسا نہ سمجھو، رسول کی دعا سے بڑی خوش قسمت اور بدعا سے بڑی بد نصیبی کچھ اور نہیں، تیسرا مطلب یہ ہے کہ رسول کو پکارنا عام آدمیوں کو پکارنے کی طرح نہ ہو، جنی نام لے کر باؤ، زبند نہ پکارو، انتہائی ادب کے ساتھ انھیں اس ادب کے ساتھ درمعدل آواز میں پکارو۔

سورۃ الحجرات میں مجلس نبوی کے ادب کا ذکر ہے، پہلا ادب یہ ہے کہ کسی بھی قول مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش قدمی نہ کرو، دوسرے کی اجازت کے بغیر جہت نہ کرو، چوتھی طرح سے تابع رہو، دوسرا ادب یہ ہے کہ گور پست رکھو تیسرا ادب یہ ہے کہ آرام میں فصل نہ ڈالو، آرام کے وقت نہ پکارو، وغیرہ وغیرہ۔

(۸۷) مال فی وغنیمت

جو مال لڑائی کے بعد ہاتھ آئے وہ غنیمت ہے جو در بغیر لڑائی کے سے دوئی ہے، مال غنیمت جو بدن میں تقسیم ہوتا ہے، جب کہ مال فی غمازین میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ اس کا حق فقیر اللہ کے رسول کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کو حاصل ہوتا

ہے، ہاں اتنی پابندی ہے کہ چند متعین اقسام (اکارب رسوں، عیشم، مسکین و فقرا، و سرفرا) میں ان کی تقسیم نہ کرے، یہی اختیار مال غنیمت کے شمس (پانچویں حصہ) میں بھی ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مختلف موقعوں پر غنیمت کا مال اور فنی کا مال مسلمانوں کو حاصل ہو، غنیمت کا مال مجاہدین میں تقسیم ہوا، مگر غنیمت اور مال فنی کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں رہا قرآن کی سورۃ العنکبریٰ آیات ۶ تا ۷ ارادہ سورۃ الانفال کی آیت ۳۱ میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

### (۸۸) ازواج مطہرات

نیا اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، مت کی، عین ہیں، قرآن کہتا ہے ﴿وَأَزْوَاجَهُمْ أَهْلَاتُهُمْ﴾ (الاحزاب ۹) نبی کی بیویاں مومنوں کی عین ہیں، اسی لئے کسی بھی ایسی کا ان کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے ممنوع ہے، فرمایا گیا ﴿وَلَا ارْتَدَّ﴾ (الاحزاب ۵۳) تمہارے لئے ہرگز یہ جائز نہیں کہ نبی کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

قرآنی بیان کے مطابق ازواج مطہرات امت کی دیگر عورتوں سے ممتاز اور بلند مرتبہ ہیں ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحِبُّونَ أَزْوَاجَهُمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ (احزاب ۳۳) اے نبی کی بیویاں! تم عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم خدا ترانہ ہو۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ ازواج مطہرات سے کچھ، مٹن، ہو تو پردہ کا لحاظ کریں ﴿وَأَدْرَأْ سَاءَ لِمَنْ مَّشَىٰ مَعَهُمْ أَوْ لَمْ يَلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِهِمْ﴾ (احزاب ۵۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگے ہو

تو پردے کے پیچھے سے، مانگ کر وہ یہ تمہارے اور ان کی دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ حضرت زینب بنت جحش حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں، انہوں نے طلاق دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا، اس نکاح کے ذریعہ جہالت کی ایک رسم کا قلع بچ بھی ہوا کہ ”من بوائے بیٹے کی حلقہ بیوی سے نکاح نہ کیا جائے اور اسے بالکل حقیقی بیٹا سمجھا جائے“ اس نعرہ رسم کا ابطال ہوا، قرآن کہتا ہے ﴿وَمَا أَصْحَابُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْكُمْ إِلَّا جُوعٌ وَكَلْبٌ لَا يَكُونُ لِلْمُؤْمِنِينَ حَرْجٌ فِي أَرْوَاحِهِمْ﴾ (احزاب ۳۷) پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا (حلقہ دی اور عدت گزر گئی) تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا نکاح کر دیا، تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ شک نہ رہے، جب وہ ان سے اپنا جی بھر لیں۔ (حلقہ دیدیں)

### (۸۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا ادب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جہاں ذات آنے سے منع فرمایا گیا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُدْعِيَ لَكُمْ﴾ (الاحزاب ۵۳) اے ایمان والو! نبی کے گھر میں نہ جاؤ نہ داخلے آ کر دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اگر دعوت ہو تو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اچھے جانے والے ایمان کو حکم ہے، گفتگو میں مشغول ہونا نبی کو ناگوار ہوتا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردہ ظاہر نہیں کرتے، لیکن اللہ نے واضح فرمادیا ﴿وَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مَسْتَأْذِنِينَ لِحَدِيثٍ﴾ (احزاب ۵۳) پھر جب کھانا خیسٹی منکم، واللہ لا یستحي من الحق ﴿احزاب ۵۳﴾ پھر جب کھانا





**روئے مبارک** - ﴿قد برى قلب وجهك في السماء﴾ (البقرة ۱۴۳) ہم آپ کے شکا بار بار آسمان کی طرف اٹھادیکھ رہے ہیں۔ ﴿وقور وجهك شطر المسجد الحرام﴾ (البقرة ۱۴۳) تو آپ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیرے، ﴿فأقم وجهك لمدین حنیفا﴾ (الروم ۳۰) تو آپ یکسو ہو کر اپنے رخ دین کی سمت میں بنادیتے۔ ﴿فأقم وجهك للذین القیم﴾ (الروم ۳۳) آپ اپنا رخ مشرقی کے ساتھ دین راستہ میں جودیتے۔ ﴿فماں حاحوک فقر أسلمت وجهی لله ومن انتصر﴾ (آل عمران ۲۰) اب اگر یہود و نصاریٰ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ ان سے کہئے کہ میں نے اور میرے پیروؤں نے تو اللہ کے آگے ہر تسلیم کر دیا ہے۔

**چشم مبارک** - ﴿لا تمدن عینک الی ما متعناہ أزواجاً منہم﴾ (انجیر ۸۹) آپ اس متاع دنیا کی طرف آنکھ اٹھانے کو نہ دیکھئے جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ ﴿ما زاغ البصر وما طغی﴾ (انجم ۱۷) نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔

**گوش مبارک** - ﴿یقولون هو أذن، قل أذن خیر لکم﴾ (البقرہ ۶۱) من مٹی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے کچے ہیں، آپ فرمادیتے کہ وہ کان دے کر وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہی خیر ہے۔

**سینۃ مبارک** - ﴿الم شرح لك صدرك﴾ (الانشراح ۱) کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا۔

**پشت مبارک** - ﴿ووضعنا عنک وزرک الذی أنقض طہرک﴾ (الانشراح ۳-۲) اور آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جو آپ کی پشت توڑ دے دے ہاتھ۔  
**بعض اعمال و حرکات جسمانی** - ﴿الذی یراک حین تقوم

وتقلبك في الساجدين﴾ (انشراح ۲۱۸-۲۱۹) جو اللہ تمہیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم گھٹے ہو، اور جگہ گنڈا لوگوں میں تمہاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔ ﴿وقالوا ما لهذا الرسول یأکل الطعام ویمشی فی الأسواق﴾ (الفرقان ۷) کافر کہتے ہیں یہ کیسے رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

**عبادت اور حیات و موت** - ﴿قل ان صلاتی ونسکی ومعاشی لله رب العلمین﴾ (اعراف ۱۶۰) آپ فرمادیتے کہ میری نماز و قربانی، میرا چھینا اور میرا مرناسب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

(۹۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہدیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا امتیاز وہاں عہدیت کا ملکہ کا مقام ہے، عہدیت کا مطلب اللہ کے حضور میں بے انتہا تذل و سرفرازی اور مسکینت و حقارت کا مکمل اظہار اور اس کے در کی گدائی ہے، قرآن میں جہاں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے خاص انعامات اور آپ کے خاص کمالات کا ذکر فرمایا ہے وہاں اسی صفت عہدیت کو نمایاں کیا ہے، معراج کے ذکر میں ﴿سبحان الذی أسرى عبده﴾ اور سورۃ النجم میں ﴿فأوحی الی عبده ما أوحی﴾ فرمایا گیا، سب سے بڑی نعمت قرآن کی تزیل کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ کہف میں ﴿الحمد لله الذی أنزل علی عبده الکتاب﴾ اور سورۃ فرقان میں ﴿تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده﴾ فرمایا گیا، رسول اور نبی کے لفظ کے بجائے ان موقوفوں پر "عبد" کے لفظ کا ذکر اس طرف مشیر ہے کہ سب سے بڑا اکمال عہدیت کا ملکہ کا مقام ہے۔

(۹۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیار اور آپ کی غیب دانی کی نفی

قرآن آپ کے اختیار کی کا ذکر کرتا ہے، ﴿قُلْ مَا كُنْتُ مَدْعَاً مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ﴾ (احزاب ۵) آپ فرمادیجئے کہ میں کوئی رسول نہیں ہوں، اور مجھے نہیں معلوم کہ کیا معاملہ میرے ساتھ پیش آئے گا اور کیا تمہارے ساتھ۔ ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ، وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبُ لَا سْتَكْثُرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ، إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُقْنَنُونَ﴾ (الاعراف ۱۸۸) آپ فرمادیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، اللہ کیجئے کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے، اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لئے حاصل کر لیتا، اور مجھے کسی کوئی نقصان نہ پہنچتا، میں تو محض ایک خبر دہرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں، ﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي حِزَانُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ﴾ (الانعام ۵۰) آپ فرمادیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں۔ ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مَرْسَاهَا فِيمَ أَنتَ مِنْ ذِكْرَاهَا، إِلَىٰ رِبْكٍ مِّنْهَا، إِنَّمَا أَنتَ مُنْذِرٌ مَّن يَخْشَاهَا﴾ (الزمر ۳۳-۳۵) کا فرق آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا؟ بعد آپ کو کیا کام کس کا وقت بتائیں، اس کا علم تو اللہ پر قسم ہے، آپ صرف اس کو خبردار کرنے والے ہیں جو اس سے ڈرے۔

مذکورہ آیات سے ان حضرات کی مکمل تردید ہو جاتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کل اور عالم الغیب پادہ کرتے ہیں۔

(۹۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی نعمتیں

قرآن میں اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی متعدد نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے،

ہم ذیل میں دس نعمتوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

**پہلی نعمت:** ﴿وَالَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ﴾ (النحل ۶) کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پال دیا؟ آپ کو لھکان عطا کیا۔ والد کی وفات وراثت سے قبل ہو چکی تھی، ۱۶ برس تک والدہ نے پالا، پھر ان کی وفات کے بعد والد نے پرورش کی، پھر چچی نے تربیت کی، پھر ہجرت کے بعد اہل مدینہ نے سر آنکھوں پر بٹھایا۔

**دوسری نعمت:** ﴿وَوَحَّدَكَ صَلَاةً مَّهِدًى﴾ (النحل ۷) اس نے آپ کو تادائف راہ پالیا تو راہ دکھائی۔ نبوت سے قبل آپ شریعت الہیہ کے احکام و علوم سے تادائف تھے، اللہ نے نبوت دے کر راہنمائی فرمائی، ﴿وَمَا كُنْتُ قَدَرِي مَا الْكِتَابَ وَلَا الْإِيمَانَ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نورا مَّهِدًى بِهِ مَنِ انْشَاءَ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّا، لَنَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ صِرَاطَ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَافِي السَّمَاوَاتِ وَمَافِي الْأَرْضِ، أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ﴾ (الشورى ۵۲-۵۳) آپ کو کچھ خبر تھی کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے، مگر ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں، اور یقیناً آپ سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں، اس اللہ کے راستہ کی طرف جو زمین اور آسمان کی ہر چیز کا، لگ ہے، خبر دے رہا، سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

**تیسری نعمت:** ﴿وَوَحَّدَكَ عَائِلًا فَلَا غِنًى﴾ (النحل ۸) اس نے آپ کو تادار پالیا تو تادار کر دیا۔

آپ کے والد نے میراث میں صرف ایک اونٹنی اور لوٹڑی چھوڑی تھی، اس طرح

آپ کی زندگی کی ابتداء افلاس کے عالم میں ہوئی تھی، پھر آپ نے تجارت کی، حضرت خدیجہ سے نکاح کے بعد آپ نے پورا کاروبار سنبھالا، یہ تو ظاہری حق تھا، اور اصل باطنی غنا تو اللہ کا عطا ہے جس سے آپ سے زیادہ کوئی بھی مامان مال نہ تھا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فقر اختیاری تھا۔

**چوتھی نعمت:** ﴿وَأَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ (الانشراح: ۱) کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارے سینے کو کھول نہیں دیا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ نے وسیع علم عطا فرمایا اور مخالفین کی مزاحمتوں سے پیش آدہ اذیتوں پر تحمل و حلم بھی عطا فرمایا، تو ہم و علم سے سید کھول دیا، نیز ہر نوع کا ذاتی غلچہ و تردد جو نبوت سے قبل تھا نبوت ملنے کے بعد دور ہو گیا اور دل پوری طرح نقانیت اسماں پر مطمئن ہو گیا، اور ساتھ ہی نبوت کا عظیم سنبھالنے اور ترقی نہا کفر کی چہرہ کا ہر وقت سے ٹکرانے کا حوصلہ پیدا ہو گیا اور ہر مشکل ہمہ سہرا انجام دینے کی ہمت مضبوط ہو گئی، اسی کو اولوالعزمی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

**پانچویں نعمت** ﴿وَوَضَعْنَا عَنكَ وَزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ (الانشراح: ۲-۳) اور ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جو آپ کی کمر توڑ دے رہا تھا۔

چونکہ خلفاء اولیٰ امور کے صدر ہو جانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شدید غم ہوتا تھا اللہ نے اس غم کو ہٹا دیا اور ان امور کو ناقابل مواخذہ قرار دیا، نیز ابتداء نبوت میں وحی، اعلائے حق، اشاعت دین اور پھر اس پر استقامت آپ کو بوجہ مرغان معلوم ہوتا تھا جسے اللہ نے آسان کر دیا اور بارہا اس طرح ہٹا دیا کہ مشکلات کے بعد آسائیاں اور تنگیوں کے بعد فراخیاں اور کشمکش کے بعد کشائش آگئی۔

**چھٹی نعمت:** ﴿وَوَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الانشراح: ۳) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آواز بلند کر دیا۔

چنانچہ تمام اسلامی شعریں نام خدا کے ساتھ آپ کا نام لیا جاتا ہے، خدا نے بندوں کو اپنی اطاعت کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

**ساتویں نعمت** ﴿وَلَوْ لَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَاقِ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ﴾ (الجزعہ: ۸۰) اور ہم نے آپ کو بار بار ہر اُنی جانے والی سات آیتیں (سورۃ فتح) و قرآن عظیم عطا کیا ہے۔ قرآن کی دولت ہر دولت سے بڑھ کر ہے۔

**آٹھویں نعمت:** ﴿وَعَبْدٌ رَّحِمَةٌ مِّنَ اللَّهِ لَئِن لَّمْ يَكُنْ لَّكَ وَلَوْ كُنْتَ فَطْلًا عَظِيمًا الْقَلْبُ لَا مَعْضُومٍ حَوْلَكَ﴾ (آل عمران: ۱۵۹) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کے لئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہیں، ورنہ اگر کہیں آپ تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب آپ کے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔

**نویں نعمت:** ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمْنَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ (النساء: ۱۱۳) اور اللہ نے آپ پر یہ کتاب اور حکم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ مفید باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

اللہ کی یہ نعمت ہے کہ آپ پر حکمت نازل فرمائی، حکمت سے مراد سنت رسول اور تعلیمات رسول ہے جس کے الفاظ تو رسول کی طرف سے ہوتے ہیں مگر معنی اللہ کی طرف سے۔ جو عنون عالیہ نبوت اور نزول قرآن سے قبل منکشف نہ تھے وہ اب منکشف کر دیئے گئے۔

**دسویں نعمت:** ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ ہم نے آپ کو کثیر عطا

فرمانی۔ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور اس میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولت اور حسی و معنوی نعمت داخل ہے، جو حق کوثر بھی اس میں شامل ہے۔

(۹۶) دھوست دین کے لئے دل سوزی

قوم کی مصلحتات و گمراہی، اخلاقی بگاڑ و فسق، مہم دہری اور عباد اور اصلاح کی ہر جدوجہد کے مقابلے میں مزاحمت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز بڑی دل گداز و پاں غسل کیفیت میں گزرا کرتے تھے، آپ کا قلب مبارک لوگوں کی بدبختی اور محرومی کے غم سے پیچیدہ دل گیر ہو رہا تھا، قرآن میں اس صورت حال کا ذکر بار بار کیا گیا ہے ﴿فلعلک ماعنفک علی آثارهم ان لم يؤمنوا بهذا الحدیث أسفا﴾ (الکہف: ۶) تو شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھودینے والے ہیں اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے، ﴿لعلک ماعنفک ان لا یکونوا مسلمین﴾ (اشعراء: ۳) شاید آپ اس غم میں جان کھودیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

واقعہ یہ ہے کہ ”جو چیز آپ کو اندر ہی اندر کھائے جاری تھی وہ یہ کہ آپ اپنی قوم کو گمراہی اور اخلاقی فسق سے نکلانا چاہتے تھے اور وہ کسی طرح نکلنے پر آمادہ نہیں ہوتی تھی، آپ کو یقین تھا کہ اس گمراہی کا نتیجہ جانی اور عذاب الہی ہے، آپ ان کو اس سے بچانے کے لئے اپنے دن اور راتیں ایک کئے دے رہے تھے مگر انہیں اصرار تھا کہ وہ خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہی رہیں گے۔ اس آیت میں بظاہر تو بات اتنی ہی فرمائی گئی ہے کہ شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان کھودو گے، مگر اس میں ایک لطیف انداز سے آپ کو تسلی بھی دی گئی کہ ان کے ایمان نہ آنے کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے اس لئے تم کیوں اپنے آپ کو

رنج و غم میں گھلائے دیتے ہو؟ تمہارا کام صرف بشارت و نذار ہے، لوگوں کو مؤمن بنانا دینا تمہارا کام نہیں ہے، لہذا تم بس اپنے فریضہ تبلیغ ادا کئے جاؤ، جو ان کے لئے اسے بشارت دے دو جو نہ سنے اسے برے انجام سے متنبہ کر دو“ (۱)

قرآن میں جگہ جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ اصل ذمہ داری تبلیغ ہے، مؤمن بنانا دینا نہیں ہے، فرمایا ﴿فان الله یصل من یشاء ویهدی من یشاء فلا تذهب نفسك علیہم حسرات﴾ (الفاطر: ۸) حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ راست دکھا دیتا ہے، پس خواہ مخواہ آپ کی جان ان لوگوں کی خاطر غم و افسوس میں نہ گئے، ﴿فذكر انما أنت مذكر لست علیہم بمصیطر﴾ (الغاشیہ: ۲۱-۲۲) آپ نصیحت کیجئے، آپ بس نصیحت ہی کرنے والے ہیں، ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔ ﴿لا إکراه فی الدین قد تبیین الرشید من الغی﴾ (البقرہ: ۲۵۶) دین کے معاملے میں کوئی زور بردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ ﴿وإن تسولوا فلانما علیک البلاغ﴾ اگر انہوں نے منہ موڑا تو آپ پر صرف بیغام بہہ نچانے کی ذمہ داری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچا بچا بوطالب کے امیرین کے بعد مشتاق تھے مگر وہ ایمان نہ دے، اللہ نے قرآن میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے ﴿إنک لا تهدی من أحببت ولكن الله یدہی من یشاء وهو أعلم بالہتدین﴾ (القصص: ۵۶) نبی جسے آپ چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

مومن تا آزاد نے انبیاء کی دل سوزی کا تذکرہ یوں کیا ہے۔ "انبیاء کے کرام ہدایت و اصلاح کے صرف صاحب ہی نہیں ہوتے، عاشق ہوتے ہیں، انسان کی گمراہی ان کے دلوں کا ناسور ہوتی ہے، اور انسان کی ہدایت کا جوش ان کے دل کے ایک ایک ریشے کا عشق، اس سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی نمکینی نہیں ہو سکتی کہ ایک انسان چوٹی سے منہ موڑے، اس سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی شادی نہیں ہو سکتی کہ ایک گمراہ قدم راہ راست پر آجائے۔ قرآن میں اس صورت حال کی چابجا شہادتیں ملتی ہیں۔" (۱)

(۹۷) صبر و استقامت کی خدائی تعلیم

کفار کی نافرمانیوں، ایذاؤں اور بدکاریوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد ملول رہ کر رہتے تھے، ان کے طعنوں اور پھبتیوں سے آپ کو کبھی رنج ہوتا تھا، ان کے بیجا مطالبات آپ کا غم بڑھاتے تھے، وہ بار بار آپ سے کہتے کہ اگر تم مجھے اور ہم جموئے ہیں تو عذاب لے آؤ، چنانچہ کبھی کبھی آپ کے دل میں یہ دایمہ پیدا ہوتا تھا اور کبھی آپ دعا بھی کر دیتے تھے کہ خدایا! معاملہ آ رہا کر دے، یہ تو ان کو ہدایت دے یا کام تمام کر دے۔

ان تمام مرحلوں پر آپ کو صبر، ثابت قدمی، تحمل، استقامت، پرمردی، استقلال، جلد بازی نہ کرنے اور عزیمت کا مظاہرہ کرنے اور کافروں کا معاملہ اللہ پر چھوڑنے کا خدائی حکم ہوتا تھا جس کا ذکر قرآن میں جابجا ملتا ہے۔ ﴿فصا صبر کما صبر اولو العزم من الومس ولا تستعجل لہم﴾ (الاحقاف: ۳۵) آپ اولو العزم و پیغمبروں کی طرح صبر کیجئے اور کافروں کے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے، ایک جگہ آپ کو حضرت یونس علیہ السلام کی طرح جلد بازی کے فیصلے سے روک دیا گیا ﴿فصا صبر لحکم ربک ولا تکن

کما صاحب الحوت﴾ (الانعام: ۳۸) آپ اپنے رب کا فیصلہ دہونے تک صبر کیجئے اور بجلی والے (حضرت یونس) کی طرح نہ ہو جائیے۔ ﴿انہم یکیدون کیدا و انکید کیدا فہمل الکافرین امہلہم رؤیدہ﴾ (الفرق: ۱۵-۱۷) یہ کافر کچھ چالیں چل رہے ہیں اور میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں، تو آپ کافروں کو کچھ دنوں یوں ہی رہنے دیجئے۔

معاندین کی شرارتوں پر آپ کو تسلی دی گئی ﴿مقول عنہم عد انت بملوم﴾ (الذاریات: ۵۳) آپ ان سے رخ پھیر لیجئے اور آپ پر کوئی مذمت نہیں۔ ﴿واصر لحکم ربک فانک باعدی﴾ (الطور: ۳۸) آپ اپنے پروردگار کی تجویز پر صبر کے رہئے، آپ تو خاص ہماری نگہداشت میں ہیں۔

اللہ آپ کو تسلی دیتا ہے ﴿قد علم انہ لیحزنک الذی یقولون فانہم لا یکذبونک ولكن الطالمین مآیات اللہ یجدون﴾ (الزمر: ۳۳) سے نبی ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ جانتے ہیں ان سے آپ کو رنج ہوتا ہے، لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیت کے منکر ہیں۔

ان ظالموں کے مقابلہ میں اللہ نے اپنی ہدایت کے کافی ہونے کا اعلان یوں کیا ہے ﴿انما کفیناک المستہزئین الذین یحعلون مع اللہ الہا آخر مسوف یعلون﴾ (الزمر: ۹۵-۹۶) تہمیدی طرف سے ہم ان مذاق اڑانے والوں کے لئے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی خدا ٹھہرے ہیں، عترت پر انہیں معلوم ہو جائے گا۔

﴿فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا وان تولوا فانما هم فی شقاق فسیکفیکم اللہ وهو السمع العلیم﴾ (البقرہ: ۱۲۷) پھر اگر یہ یہود و نصاریٰ ای

شرح ایمان آئے انہیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یہ راہ یاب ہیں، اور اگر اس سے من پھیر لیں تو کھلی بات ہے کہ وہ ہٹ دھرمی میں پڑ گئے ہیں، لہذا اطمینان رکھو کہ ان کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لئے کافی ہے، وہ سب کچھ سنبھالے گا اور جتنا ہے۔

دشمنوں کی باتوں سے دل گرفتہ، ملول ورنجور نہ ہوئے بلکہ اس کا مدح قرآن بتاتا ہے ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر: ۹۷-۹۹) ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ آپ پر بتاتے ہیں ان سے آپ کے دل کو سخت کوخت ہوتی ہے، (اس کا علاج یہ ہے کہ) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے، اس کی جناب میں سجدہ بجالائیے ورموت کے آئے تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہئے۔

اگر ہم ربی کے بقول ”من مثل قل“ ذکر و محبت میں لگ جانے سے عالمِ قدس کے انوار کا فیضان شروع ہو جائے، اور اس سے دنیا پر نکل کر حق تعالیٰ کے لئے غم و افسوس کی طرف سے بھی طبیعت ہلکی و بے فکر ہو جاتی ہے“ (۱)

#### (۹۸) خاتم الانبیاء

آپ آخری نبی تھے، آپ پر نبوت کا سلسلہ تمام ہو چکا قرآن نے اس کا ذکر کیا ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّحَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَحَاتِمُ النَّبِيِّينَ، وَكَانَ اللَّهُ بِكُم شَهِيدٌ عَلِيمٌ﴾ (الاحزاب: ۴۰) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سروروں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (۲) مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

۱۔ تحفہ ہدیٰ دوم ص ۱۱۷ تا ۱۲۰ اس سے یہ شہادہ نکلا کہ حضرت، ہدایتِ عالمی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔  
۲۔ یہاں تک کہ میں اس لئے ان کی خدمت سے نکلا کہ وہ کمالِ رحمت ہے۔

#### (۹۹) رحمت عالم

آپ کی نبوت اپنے، نبیِ رحمت کے لحاظ سے قیامت تک کے لئے ہے اور مہکائیِ رحمت کے لحاظ سے ہر علاقہ و خطہ۔ لئے ہے، قرآن کریم میں قرآن اور احادیث قرآن دونوں کی تاقیت اور عاقبت کا ذکر مجہد آیا ہے ﴿وَتَمَارُكُ الَّذِي مَزَلَ الْوَقْدُ عَلَىٰ عَمْدِهِ لِمَكُورٍ لِّلْعَالَمِينَ﴾ (المرقات: ۱) بڑی بے لوثان ہے وہ ذات جس نے یہ قرآن اپنے بندہ پر نازل کیا تاکہ وہ سارے جہان والوں کے لئے خبردار کر دینے والا۔  
۰ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (اعراف: ۱۵۸) آپ فرمادیجئے اے انسانوں میں تم سب کی طرف خدا کا پیغام ہے۔ ﴿وَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا مِّنْ أَهْلِهَا لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ لَازِمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَهُمْ يُسْمِعُونَ﴾ (سب: ۲۸) تم نے آپ کو ہماری انسانوں کے لئے پیغمبر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں تھے۔ ﴿إِن هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الاحقاف: ۹۰) یہ قرآن تو ایک عام نصیحت ہے تمام دنیا والوں کے لئے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (انبیاء: ۱۰۷) ہم نے آپ کو تمام جہانوں، اہل کے سے رحمت بھیجی ہے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور فتوحات میں کیا کے حق میں سارا رحمت ثابت ہوئے، یہ قولِ اقبال سے

ظف و ظہر او سراپا رحمت

اُس پہ یاراں ایں پہ اعدا رحمت

ختم نبوت کا اصل راز یہی ہے کہ نبوت محمدی جو دے عالم کے لئے تاقیت ہے،

۰ اہل و جن سب کے لئے ہے، کسی اور نبی کی ضرورت نہیں تھی ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ





اور اس کے رسول کی اطاعت سے منکر ہوں۔

اطاعت و معصیت کے تعلق سے قرآن کی بہت ساری آیات ہیں جن کی تفصیل ہماری موضوع سے خارج ہے۔

(۱۰۲) اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کریم اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (الاحزاب: ۲۱) درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت تمام شعبوں میں سیرت رسول اسوۂ حسنہ ہے، اس موضوع کی وضاحت کا حق علامہ سید سلیمان ندویؒ کے الفاظ سے بڑھ کر کسی اور طرح ادا نہیں کیا جاسکتا، لکھتے ہیں:

”ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طاقت انسانیت اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اگر تم دولت مند ہو تو مکہ کے تاجروں بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر تم غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر تم بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر تم رعایا ہو تو قریش کے حکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر تم قاضی ہو تو بدر و جہنم کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے حکمت کھانی ہے تو معرکہ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفیہ کی درگاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شکر گرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر بھاؤ، اگر تم واعظ و مصلح ہو تو مسجد مدینہ کے

ممبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تمہاری اور بے کسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور اپنے مخالفوں کو کمزور بنانا چکے ہو تو قاضی کا کا نظارہ دیکھو، اگر تم اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم و نسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ اور آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لڑکے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر تم سفری کاروبار میں ہو تو بصری کے کاروان سالار کی مثالیں دھوٹو، اگر تم عدالت کے قاضی ہو اور پٹھانوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی پہلی مسجد کے محکم میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظارہ انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب سب برابر تھے، اگر تم یتیموں کے شوہر ہو تو خدیجہ اور عائشہ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر تم اولاد والے ہو تو فاطمہؑ کے باپ اور حسنؑ حسینؑ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کچھ بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ اور تمہاری سیرت کی درگاہی و اصلاح کے لئے سامان، تمہارے حکمت خانے کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہر محل مل سکتا ہے، اس لئے طہرہ انسانی کے ہر طالب علم اور نور ایمانی کے ہر تلاشگر کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے، جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اس کے سامنے نوح و ابراہیم، ایوب، یونس، موسیٰ، اور یحییٰ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں گویا تمام دوسرے انبیاء کرام کی سیرتیں، ایک ہی مجلس کی

اشیاء کی دوکانیں ہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار ہے، جہاں ہر شخص کے خریدار اور برحق کے طلب گار کے لئے بہترین سامان موجود ہے۔ (۱)

در فیض محمد واسے آئے جس کا جی چاہے  
نہ مانے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے



## مراجع و مصادر

### قرآنیات:

- |    |                      |  |
|----|----------------------|--|
| ۱  | تفسیر بیان القرآن    | حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی        |
| ۲  | معارف القرآن         | حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب          |
| ۳  | تذکرہ قرآن           | مولانا امین احسن اصلاحی                  |
| ۴  | تفہیم القرآن         | مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی             |
| ۵  | ترجمان القرآن        | مولانا ابوالکلام آزاد                    |
| ۶  | تفسیر عثمانی         | علامہ شبیر احمد عثمانی                   |
| ۷  | تفسیر ماحدی          | مولانا عبدالماجد دریا بادی               |
| ۸  | تفسیر جامع البیان    | امام ابن جریر طبری                       |
| ۹  | الجامع لاحکام القرآن | ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری القرطبی |
| ۱۰ | احکام القرآن         | ابن العربی                               |
| ۱۱ | فی ظلال القرآن       | سید قطب شہید                             |
| ۱۲ | الدر المنثور         | جلال الدین سیوطی                         |
| ۱۳ | روح المعانی          | علامہ آلوسی                              |
| ۱۴ | تفسیر ابن کثیر       | امام ابن کثیر                            |
| ۱۵ | تفسیر مظہری          | قاضی ثناء اللہ پانی پتی                  |
| ۱۶ | تفسیر عثمانی         | مولانا عبدالحق عثمانی                    |

## کتاب احادیث:

۱۷	صحیح البخاری	امام بخاری
۱۸	صحیح الامام مسلم	امام مسلم
۱۹	جامع ترمذی	امام ترمذی
۲۰	سنن ابی داؤد	امام ابی داؤد
۲۱	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ
۲۲	سنن نسائی	امام نسائی
۲۳	المستدرک	ابو عبد اللہ محمد الحاکم ابنیہ چوہری
۲۴	مسند الامام احمد	امام احمد بن حنبل
۲۵	معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی

## کتاب سیرت:

۲۶	سیرت ابن ہشام	ابن ہشام
۲۷	زاد المعاد	حافظ ابن القیم
۲۸	مختصر السیرۃ	شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی
۲۹	السیرۃ النبویۃ	امام ابن کثیر
۳۰	السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنة	داعی محمد بن محمد ابو سعید
۳۱	سیرۃ النبی	علامہ شبلی نعمانی و علامہ سید سلیمان ندوی
۳۲	خطبات مدراس	علامہ سید سلیمان ندوی
۳۳	درستہ فی السیرۃ	عبداللہ بن علی

۳۴	نبی رحمت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
۳۵	رحمۃ للعالمین	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
۳۶	رسول رحمت	مولانا ابوالکلام آزاد
۳۷	سیرت سرور عالم	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
۳۸	احسن السیر	مولانا عبدالرشید دانا پوری
۳۹	سیرت المصطفیٰ	مولانا محمد ادریس کاندھلوی
۴۰	اسوۃ حسنہ	محمد شریف قاضی
۴۱	الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری
۴۲	سیرت خاتم الانبیاء	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع
۴۳	حیات محمد	محمد حسین بیگل
۴۴	الشفاعۃ	قاضی میاض
۴۵	حیات و درویشی لاسرائیل و یسعی الہ	ابن الدین الشیخانی الشافعی
۴۶	سیرت رسول کریم	مولانا حفظ الرحمن سید ہارونی

☆☆☆

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفر نامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)